افتتاحی شمارہ

ستمبر/اکتوبر ۲۰۲۰

دوماہی

# پیامِ میوات

الور (میوات)



مدیر

تَوصِیفُ الحَسَن مِیوائیُ الہِندِیُ

خدایا آرزو میری یہی ہے
مرا نورِ بصیرت عام کردے
(علامہ اقبالؒ)

Weekly Mumbai
MILLI BASEERAT
millibaseerat@gmail.com

ہفت روزہ
ملی بصیرت ممبئی
مایوسی میں امید کی ایک کرن!
RNI No.MAHURD/2019/77455
Postal Regd. No.MCS/229/2020-22

اسلامی صحافت کا علم بردار
بصیرت آن لائن


غفران ساجد قاسمی، مظفر احسن رحمانی، نازش ہما قاسمی
gsqasmi99@gmail.com
nazishhumaqasmi@gmail.com
baseeratonline@gmail.com


# بصیرت آن لائن

## صرف ایک اخبار نہیں بلکہ ایک تحریک ہے

**بصیرت آن لائن** اردو دنیا کا مقبول عام اور قدیم نیوز پورٹل ہے جو چوبیس گھنٹہ اپڈیٹ رہتا ہے۔ **بصیرت آن لائن** کا مقصد اسلامی صحافت کو فروغ دینا اور ملت اسلامیہ کی صحیح ترجمانی کے فرائض انجام دینا ہے۔ **بصیرت آن لائن** کے ساتھ نوجوان علماء، فضلائے مدارس اور مسلم اسکالرس کی ایک بڑی تعداد جڑی ہوئی ہے جو ہندوستان میں اسلامی صحافت کو فروغ دینے کا کام کررہے ہیں۔ **بصیرت آن لائن** کے مقاصد میں قوم وملت کو صحیح فکر اور نوجوان نسل کی مثبت فکری ونظری رہنمائی کرنا ہے۔ اس کا آغاز جون 2012 میں کیا گیا تھا اس وقت سے آج تک رضا کارانہ طور پر یہ اپنی خدمات انجام دیتا آرہا ہے۔ الحمدللہ **بصیرت آن لائن** کو اکابر علماء بالخصوص علماء دیوبند کا اعتماد حاصل ہے۔ گوگل کی رپورٹ کے مطابق **بصیرت آن لائن** کو تقریبا 65/ سے زائد ممالک میں پڑھا جاتا ہے، یا یوں سمجھ لیں کہ جہاں بھی اردو کے قارئین ہیں وہاں **بصیرت آن لائن** کا قاری ضرور موجود ہے۔

# ہفت روزہ ملی بصیرت ممبئی

**بصیرت آن لائن** نے ویب پورٹل میں دھوم مچانے کے بعد پرنٹ میڈیا میں بھی قدم رکھ دیا ہے اور 5/اپریل 2019 کو ممبئی کی سرزمین سے ایک ہفت روزہ اخبار ''ملی بصیرت'' کے نام سے جاری کیا، جس نے کم وقت میں علمی حلقے میں اپنی الگ شناخت بنالی ہے۔

الحمدللہ اس وقت بصیرت آن لائن کی ٹیم کے حوصلے بلند ہیں اور اب بصیرت آن لائن نے ارادہ کیا ہے کہ انشاء اللہ بہت جلد الیکٹرانک میڈیا میں قدم رکھتے ہوئے ایک غیر جانبدار اور حق وصداقت اور انصاف کی آواز بلند کرنے والا ٹی وی چینل کا قیام عمل میں لایا جائے گا جس کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

سردست بصیرت آن لائن نے یوٹیوب چینل کے ذریعہ روزانہ کے حالات پر تجزیہ وتبصرہ پیش کرتا ہے۔

**گفتگو:** ملی وسماجی مسائل پر خصوصی پروگرام ''گفتگو'' کے ذریعہ ملک کے معروف دانشوران، ملی رہنما، علماء کرام کے انٹرویو پیش کرتا ہے جسے ناظرین کے حلقے میں بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جارہا ہے۔

**دیش کا سندیش:** ملک میں پیش آنے والے حالات حاضرہ پر ہفتہ واری پروگرام ''دیش کا سندیش'' بھی پابندی سے پیش کیا جارہا ہے جس میں حالات حاضرہ پر تبصرہ وتجزیہ کے علاوہ کسی ماہر کے خیالات کو بھی پیش کیا جاتا ہے۔

ان سب کے علاوہ یوٹیوب چینل پر مختلف اوقات میں حالات حاضرہ سے متعلق عمدہ اور معلوماتی ویڈیوز پیش کئے جاتے ہیں۔


**Address:** Ghurafan Sajid Qasmi
Chief Editor Baseerat Online / Milli Baseerat Mumbai
14/16 1st Floor, Bhandari Street, Cross Lane, Chakla, Near Akbar Travels,
Mumbai, Maharashtra, India 400003. Phone. 022-49797912
Mobile No. 9525475541. Web. www.baseeratonline.com
Email. baseeratonline@gmail.com/gsqasmi99@gmail.com
**Facebook:** Baseerat Online **Youtube:** Baseerat TV **Twitter** @baseeratOnline

# خطہ میوات کا علمی، ادبی و سیاسی ترجمان

دوماہی

# پیامِ میوات

الور (میوات)

جلد۔ 1 | شمارہ۔ 1

ستمبر/اکتوبر۔2020ء، صفر المظفر/ربیع الاول ۱۴۴۲ھ۔

**زیر سرپرستی**

ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی

مدیر توصیف الحسن میواتی (الہندی)

**مجلس ادارت**

- الحاج میاں جی محمد فاروق صاحب (نوح)
- عمران عاکف خان • ابو عاصم میو (الور)
- مولانا اوصاف الحسن قاسمی (نوح)

قیمت فی شمارہ۔60روپئے۔ سالانہ۔350روپئے۔ لائف ممبرشپ۔11000روپئے۔

**برانچ آفس**

مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم (رایبکا الور راجستھان)

موبائل9813267552

ای میل: payamemewat@gmail.com

# فہرست مضامین ’پیام میوات‘

**اداریہ**

# ’پیام میوات کا مقصد‘

**ایڈیٹر:** توصیف الحسن میواتی الہندی

ہم اللہ کے فضل وتوفیق اوراحباب کے تعاون سے ’’پیامِ میوات‘‘ کے نام سے ایک موضوعاتی رسالے کا اجرا کررہے ہیں جس کا ’افتتاحی شمارہ‘ آپ کے ہاتھوں میں ہے ’یہ رسالہ میوقوم اورعلاقۂ میوات پرایک تحقیقی مجلہ ہوگا‘ یہ ہماری زندگی کا اولین رسالہ ہے۔

اسی لیے اسے پیش کرکے ہمیں بڑی مسرت محسوس ہورہی ہے لیکن ساتھ ہی ذمہ داری کا احساس اورمعیار کا خیال بھی ہے۔ ہماری خواہش اورکوشش ہے کہ رسالہ ہرلحاظ سے معیاری ہواور یہ ایک نئی صبح کا نقیب ثابت ہو۔

’پیامِ میوات‘ کا بنیادی مقصد اہلِ میوات میں تعلیم کی اہمیت اور تاریخی شعورکو اجاگر کرنا ہے۔ میوات کا علاقہ تعلیمی اعتبار سے پس ماندہ رہاہے، اگرچہ اب یہاں کافی تعلیمی ادارے قائم ہوگئے ہیں اور میوات کے بہت سے طلبہ اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرر ہے ہیں۔اس کے باوجود یہ علاقہ تعلیمی لحاظ سے فی الوقت بھی دوسری ریاستوں کے مقابلے پسماندہ ہی ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میوات میں اعلیٰ تعلیم کا کوئی مرکزنہیں ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ علاقہ میوات میں میوات کے نام پر یونیورسٹی قائم ہوجانے سے یہاں کا تعلیمی ماحول ایک دم تبدیل ہوسکتا ہے اور یونیورسٹی کے نام سے میوات کی امتیازی شناخت بھی قائم ہوجائے گی۔ اسی طرح پیامِ میوات کا دوسرا اہم مقصد میوات کی تاریخ وتہذیب،شعروادب، زبان ولسانیات، میوقوم کی کلچرل و روایات، دیہاتی اورکوہستانی زندگی سے متعلق ان کے تجربات کو پیامِ میوات کے صفحات پرمندرج کیا جائے۔تاکہ اہالیان میوات اپنی ماضی کے تجربات ومشاہدات اورنقوش وتاثرات کو ذہن نشین کرکے ان سے مستقبل کے لیے رہنمائی حاصل کریں۔

میوات میں مقررین اور واعظین کی تعداد تو کافی ہے لیکن قلمکار کم ہیں جو ہیں ان کے لکھنے کا کوئی ایسا پلیٹ فارم موجود نہیں ہے جس سے ان کی صلاحیت کونکھرنے کا موقع مل سکے۔تقریر کی اہمیت بلاشبہ بہت ہے لیکن تحریر دیرپا ہوتی ہے اور دوررس بھی،اس لیے پیام میوات کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ میوات میں لکھنے والوں کوایک ایسا پلیٹ فارم مل سکے کہ وہ اس کے ذریعے اپنے شہر، گاؤں اوراپنے ماضی کے کسی بھی واقعے کومرتب انداز میں پیش کرسکیں۔میوات کےلوگوں کے ذہن ودماغ میں زبانی روایات کے خزائین موجود ہیں،ضرورت ہے اسے لکھا جائے، اس کے لیے پیام میوات کے صفحات حاضر ہیں۔

’پیامِ میوات‘ سے ایک فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ میوات کی زبانی روایات ہمارے شمارے کے صفحات پرآجائیں گی اس سے لوگوں میں خاص کر ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان طبقے میں لکھنے کا ذوق وشوق پیدا ہوگا جب ان کے مضامین ہمارے شمارے میں شائع ہوں گے تو ان کو مزید لکھنے کا حوصلہ ملے گا۔

ایک اوراہم بات یہ کہ اس دورمیں سوشل میڈیا ایک نہایت کارگر ہتھیار ہے، ذرائع ابلاغ کے فوائد کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ ہمارے وہ احباب جوکسی سبب ’’پیام میوات‘‘ کاغذی پرنٹ کی شکل میں مطالعہ نہیں کرسکتے ان کے لیے آن لائن ویب سائٹ کا انتظام موجود ہے۔

پیام میوات صرف ماضی کی بازیافت کی آواز نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد ماضی سے آگاہ کرنا اورمستقبل میں تعمیروترقی کے نئے میدان تلاش کرنا ہے، تاکہ میوات کی نئی نسل اپنے ماضی سے بھی واقف ہواوراپنے بہترمستقبل کے لیے جدوجہد کرے۔

ہم قارئین سے رسالے کی ترقی کے لیے دعاء کی درخواست کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں قومی خدمت کا موقع دے، ہم اس رسالہ کے اجرا کے سلسلہ میں رہنمائی اورتعاون کے لیے ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی، عمران عاکف خان اور ابوعاصم میو (الور) کا تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

*****

نوٹ: مارٹرلنگز (ابوبکر اسراج الدین) کی انگریزی زبان میں لکھی جانٔ والی

سیرتِ محمد ﷺ پر معروف کتاب

Muhammad: His Life based on earliest sources

کا میواتی ترجمہ سوقسط وار مضمون

Muhammad: His life based on earliest sources

**مارٹر لنگز (ابوبکر سراج الدین)**

میواتی ترجمہ: سیرتِ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

**ابوالحسن رازی میو**

abulhasan.razi@gmail.com

**قسط اول**

# اللہ کو گھر

(The House of God)

پیدائش کی کتاب Genesis سُو پتو چلے ہے کہ ابراہیم علیہ السلام بے اولاد ہا اور اُنن نے اولاد کی امید بی نہ ہی اور اُو ایک رات اللہ تعالیٰ نے اپنا خیمہ سُو باہَر بلایو اور وا سُو کہی:

''اب آسمان مہیں دیکھ، اور ستاران نے گِنٔ اگر تُو اِنن نے گِنٔ سکے ہے تو۔'' جیسِیٔ ابراہیم علیہ السلام نے اوپر ستاران مہیں نگاہ اٹھائی تو غیب سُو آواز آئی: ''تیری نسل بی اِن (ستاران) کی دائیں ہوئے گی۔''

حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی بیوی حضرت سارہ سلام اللہ علیہا 76 سال کی بوڑھی اور آپ کی عمر بی 85 سال ہوگی ہی۔ وا (سارہ سلام اللہ علیہا) نے اپنی مصر کی نوکرانی، حاجرہ سلام اللہ علیہا (ابراہیم علیہ السلام) لُو دے دی جا سُو وا ہے آپ اپنٔی دوسری بیوی بنا لیواں۔ اپر اب مالکانٔی اور نوکرانٔی میں نونک چونک بڑھ گی ہی اور یا پریشانی میں حاجرہ سلام اللہ علیہا، سارہ سلام اللہ علیہا کا غضب غصہ سُو بچنٔ کے مارے، اپنا اللہ کے آگے رَوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتو یا سَناء (پیغام) اے لیر بھیجو:

''میں تیری نسل اے اتنی پھیلا دوں گو (یعنی تو لُو گھنٔی اولاد دُوں گو) کہ یا کی تعداد کی کوئی گنتی بی نہ کرے گو۔'' اور فرشتہ نے ای بی کہی: ''سُنٔ! تیرے اولاد ہوئے گی، اور ایک بیٹو پیدا ہوئے گو، اور وا کو اسمٰعیل نام دھریو؛ اُو یا مارے کہ تیرا رب نے تیری پُکار سُنٔ لی۔''

حاجرہ سلام اللہ علیہا واپس ابراہیم علیہ السلام اور سارہ سلام اللہ علیہا کے پئے گئی اور اُنن لُو فرشتہ کی

کہی ساری بات بتادی؛ اور جب یا بچہ کی پیدائش ہوگی تو ابراہیم علیہ السلام نے یا کو نام اسمٰعیل دھر دِیو۔ 'اسمٰعیل' کو مطلب ہے 'اللہ ضرور سنٔے گو۔' [ای مطلب پیدائش کی کتاب میں ہے ویسے علمائے کرام بتاواں ہاں اک اسمٰعیل کو مطلب اُو بیٹو ہے جا کا حق میں باپ کی دعا سنٔ لی گئی ہوئے۔]

جب اسمٰعیل علیہ السلام 13 سال کو ہَو یو تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر 100 سال، اور سارہ سلام اللہ علیہا کی عمر ۹۰ سال ہوگی ہی؛ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سُو پھر او جھُو کہی اور وعدو کرو کہ سارہ (سلام اللہ علیہا) کے بی بیٹو پیدا ہوئے گو اور وا کو نام اسحاق (علیہ السلام) ہوئے گو۔ یا ڈر سُو کہ اللہ کہیں بڑا بیٹا (اسمٰعیل) کے ساتھ احسان میں کمی نہ کر دیوے، ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سُو دعا مانگی:

''کہ ای (اسمٰعیل) وا (اسحاق) سُو بی پہلے سُو ہے!'' اور اللہ تعالیٰ نے اُن سُو کہی: ''جہاں تک اسمٰعیل کی بات ہے، میں نے سنٔ لی۔ سنٔ لے! میں نے اُن (اسمٰعیل) پہ اپنٔی رحمت کردی ۔۔۔ اور میں وا ہے ایک عظیم قوم بناؤں گو۔ اپر اسحاق کو عہد بی ضرور قائم ہوکے رہے گو، جو یائی مقررہ وقت پہ اگلے سال سارہ (سلام اللہ علیہا) کے گھر پیدا ہونگا۔''

سارہ سلام اللہ علیہا نے اسحاق علیہ السلام لُو جنم دِیو، وا لُو اپنٔو دودھ پیا یو اور دودھ چھڑاتے اِیں ابراہیم علیہ السلام سُو کہی کہ اب حاجرہ (سلام اللہ علیہا) اور وا کو بیٹو یا گھر میں گھنٔی دیر نہ رہ سکنٔ گا۔ یا بات سُو ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہُو یا، اُن کا اسمٰعیل علیہ السلام سُو پیار کی وجہ سُو؛ اپر اللہ نے او جھُو اُن سُو بات کری، اور حکم دِیو کہ سارہ سلام اللہ علیہا سُو مذاکرو (مشورو) کرتو رَہیو، اور پریشان مت ہویو؛ اور اللہ نے او جھُو سُو وعدو کرو کہ اسمٰعیل (علیہ السلام) لُو برکت عطا کری جائے گی۔

ایک نہ بلکہ دو عظیم قوم ہی جو ابراہیم علیہ السلام اے اپنا باپ کے طور پہ دیکھ ری ہی۔دو عظیم قوم، دو رہنمائی حاصل کرلینۤ والی طاقت، دو ایسا ہتھیار جو آسمانن سُو آنۤ والا ہر حکم پہ کام کرے ہا، کیوں کہ اللہ نہ تو اُنن کے مارے رحمت کو کوئی وعدو کرے ہے جو کہ (بعد میں) گستاخی کراں، اور نا ئیں اللہ کے نزدیک کوئی چیز گھنی اہم ہے سوائے پکا ایمان کے۔ (یعنی اللہ کے ہاں ایمان کی قیمت ہر چیز سُوز یادہ ہے۔) اورنُوں ابراہیم علیہ السلام ایک ایسا چشمہ ہا جہاں سُو یہ دونُوں ندی نکل ری ہی، ان دونُوں نے اِکھٹو بالکل نہ چلنو ہو، بلکہ اپنا اپنا دھاران میں الگ الگ بہنو ہو؛ اور اُن (ابراہیم علیہ السلام) نے پُورو یقین ہو کہ اللہ، حاجرہ سلام اللہ علیہا اور اسمٰعیل علیہ السلام پہ اپنی رحمت اور برکت ضرور کرے گو، اور پُورو بھروسو ہو کہ فرشتان کی رکھوالی ضرور اُن کے ساتھ رہے گی۔

یہ دوُ روحانی ندی، دو مذہب، اللہ کا دو جہان؛ دو گول دائرہ، اصل میں دو مرکز ہا۔کوئی جگہ آدمین کا چناؤ کی وجہ سُو برکت والی نہ رَہوے ہے بلکہ یا مارے برکت والی رَہوے ہے کہ وا کا چناؤ کا فیصلہ آسمانن پہ ہووا ہاں۔ابراہیم علیہ السلام کا دائرہ میں دو برکتن والا مرکز ہا: اُن میں سُو ایک تو وا کا ہاتھ میں ہو، اور دوسرا کو شاید وا ہے ابھی تک پتو ئی نہ ہو؛ اور دوسرا کا بارا میں ای کہ حاجرہ سلام اللہ علیہا اور اسمٰعیل علیہ السلام کا بارا میں حکم مل گو ہو، عرب کی بے آباد وادی میں چھوڑ کے آنۤ کو، جو کنعان کا جنوب میں اُونٹ پہ سفر کا اندازاً چالیس دن کی دُوری پہ ہی۔یا وادی کو نام ''البقاع''ہو، کچھ کہواں ہاں کہ ای یا کا (وادی کا رقبہ میں) چھوٹا ہونۤ کی وجہ سُو ہو: یا کے چوگھر گھاں لُو پہاڑی ہی بس تین گیل ہی، ایک شمال مَہیں لُو، ایک جنوُب مَہیں لُو، اور ایک راستو مغرب مَہیں لگ بھگ 50 میل دور سُو دریائے احمر لُو نکلے ہو۔ای کتاب یائے بتانۤ کے مارے نہ ہے کہ حاجرہ سلام اللہ علیہ اور واکو بیٹو 'البقاع' کیسے پہنچا؛ ہو سکے ہے کچھ سفر کرنۤ والا یا کو دھیان راکھاں، کیوں کہ بڑا بڑا قافلہ یا وادی میں کہ ہور جاوے ہا، یا سُو اکثر ''خوشبو والو راستو'' کہووے ہا، کیوں کہ جنوبی عرب سُو دُور خشک علاقان لُو عِطر اور خُوشبو اور ایسا پہراوا یائی راستہ پہ کے لے جایا جاوے ہا۔یا میں کوئی شک نہ ہے کہ حاجرہ سلام اللہ علیہا لُو قافلان کی گیل اے چھوڑ کے دُور جانۤ کو حکم مِلو ہو جہاں یا جگہ کی آخری حد ہی۔(یعنی جہاں کہ کائی کو نکلنو بڑ نُو نہ ہو۔) گھنی دیر نہ ہوئی ہی کہ دونُوں ماں بیٹا پانی کی پس نے آ گھیرا۔اصل میں حاجرہ سلام اللہ علیہا ڈر گی کہ کہیں اسمٰعیل علیہ السلام کی جان تو نہ نکل ری ہے۔اِن کی آس اولاد کی باتن سُو پتو چلے ہے کہ اُو (اسمٰعیل علیہا السلام) ریت پہ لیٹو اپنا اللہ سُو فریاد کرر و ہو، اور وا کی ماں یا اُونچی جگہ کی جڑ میں ایک سِل پہ یا باٹ میں کھڑی کہ کہیں سُو کوئی مدد آ جائے۔جب کوئی نہ دِیکھو تو اُو بھگ کے دوسری پہاڑی پہ جا چڑھی۔اپر ہین کوئی آدمی ہے ای نہ ہو جو دِیکھتو۔اُو یا پریشانی میں اِن دونُوں پہاڑین کا بیچ میں کوئی سات بَراُتری چڑھی (یعنی کدی یا پہاڑی پہ اور کدی وا پہاڑی پہ چڑھتی)، ہین تک کہ ساتوُ وں چکر ختم ہو یو، اور اُو (تھک ہار کے) آرام کرنۤ کے مارے اگلی پہاڑی پہ جا بیٹھی، اِتنائی میں ایک فرشتہ نے وا سُو آ کے کہی: (پیدائش کی کتاب Genesis کا الفاظ ہاں)

''اور اللہ نے چھورا (اسمٰعیل علیہ السلام) کی پُکار سُن لی؛ اللہ کا فرشتہ نے آسمان سُو آواز دی اور وا (حاجرہ سلام اللہ علیہا) سُو کہی: حاجرہ (علیہا السلام) تیرو کہا دُکھ اے؟ ڈرے مت، اُو جہاں پی ہے، کہ اللہ نے (وا) چھورا (اسمٰعیل علیہ السلام) کی پُکار سن لی۔اُٹھ کھڑی ہو اور چھورائے اُٹھا اور وا ہے اپنا ہاتن میں ڈاٹ کے راکھ، کیوں کہ میں وا (کی نسل) سُو ایک عظیم قوم پیدا کروں گو۔اور اللہ نے وا (حاجرہ سلام اللہ علیہا) کی آنکھ کھولی، اور وا نے پانی کو ایک چشمو (کنوں) دیکھو۔''

اُو پانی اُبل پڑو جو اللہ تعالیٰ نے چشمو بنا کے اسمٰعیل علیہ السلام کی ایڑیین نے رگڑن کی وجہ سو یا ریت میں سُو نکالو ہو؛ اور یا کے بعد جلدی ہی اِی چشمو اپنا گھنا پانی اور فضیلت کی وجہ سُو قافلان کے مارے ایک پڑاؤ بنۤ گو، اور یا کنواں کو نام زم زم پڑ گو۔

جیسے کے پیدائش کی کتاب (Genesis)، یُو اسحاق علیہ السلام اور وا سُو پیدا ہونۤ والی نسل کی ایک کتاب ہے نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی دوسری نسل (یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل) کی، اِی اسمٰعیل علیہ السلام کا بارا میں ہم لُو یائے بتاوے ہے:

'' اور اللہ وا چھورا کے ساتھ ہو؛ اُو بڑو ہو یو اور جنگل (کی وحشت) میں رَہیو اور ایک (اچھو) تیر چلاُنیاں بنۤ۔''

یا کے بعد اِی (کتاب) یا کو نہ ہونٗ کے برابر ذکر کرے ہے، سوائے یا کے کہ دونوں بھائی، اسحاق (علیہ السلام) اور اسمٰعیل (علیہ السلام) اپنا باپ اے 'الخلیل' مقام پہ دفن کراں ہاں، اور بس اِتنو کہ کچھ سالن بعد عیسو (Esau) نے اپنا چاچا یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کی بیٹی سُو شادی کر لی۔ا

پرُ مناجات یعنی 'Pslam' میں اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی ماں کی بغیر کائی واسطہ کے (Indirect) تعریف کری گئی ہے جا سُو پتو چلے ہے کہ او میز بانن کا خدا، اُن کا خیمہ کی جگہ کتنی حیران کر دَین والی ہی، اور جا سُو ای پتو چلے ہے کہ زم زم کو معجزو یا مارے ظاہر ہُو یو ہو کہ وے لوگ وادی میں کے نکلن کے گیا ہا:

''اُو آدمی کِتنو برکتن والو ہے کہ جا کی طاقت وائی کے اپنے اندر (چھپی) ہے؛ جا کا دل کے اندر اُن لوگن کے مارے راستہ ہاں جو 'وادی البقاع' میں کے نِکلاں تو بے آباد وادی اے چشمہ میں بدل دیواں۔''

جا وقت حاجرہ سلام اللہ علیہا اور اسمٰعیل علیہ السلام اپنی منزل پہ پہنچا ہا، وا کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی ابھی 75 سال زندگی بقایا ہی، اور آپ اپنا بیٹا سُو وا پاک جگہ میں جار مِلا ہا جہاں اُنن لُو اللہ کی طرف سُو جانٗ کو حکم مِلو ہو۔ قرآنِ پاک بتاوے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لُو بالکل صحیح جگہ دکھائی ہی، جو کہ زم زم کا کنواں کے پڑے ہی، جا جگہ پہ آپ اور آپ کا بیٹا اسمٰعیل علیہ السلام اے حرم پاک کی عمارت بنائی ہی، اور اُن لُو ای بی بتا دِیو گیو ہو کہ اِی کیسے بنانو ہے۔ یا کو نام، کعبہ، مکعب، یا کی تقریباً مکعب نما شکل ہونٗ کی خُوبی میں آوے ہے؛ یا کا چارُو کُونا قُطب نُما کا چارُو نقطان کے مَہیں رہواں ہاں۔ اپر یا پاک جگہ میں سب سُو برکت والی چیز آسمانن سُو اُترنٗ والو اُو پتھر ہے، جا کا بارا میں ای کہی جاوے ہے، کہ ایک فرشتو یا ہے ابراہیم علیہ السلام کے مارے نزدیک کی ایک پہاڑی 'ابو قُوبیس' سو لے کے آیو ہو، ہُون ای جب سُو محفوظ کر راکھو ہو جب سُو دنیا میں آیو ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ:

''اِی جنت میں سُو دودھ سُو زیادہ سفید چٹّو نیچے اُتر و ہوا پر آدم کی اولاد کا گُنان نے یُو کالو کر دِیو۔''

ترمذی شریف (باب 7،49)

یُو کالو پتھر اُنن نے کعبہ کا مشرقی کونہ میں چنٗ دِیو ہو: اور جب حرم پاک پُوری طرحِ بنٗ گو، تو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام لُو ایک بَرا اوجھو حکم دِیو کہ 'البقاع' یعنی مکہ میں حج کی رِیت قائم کرنٗ کے مارے آواز لگا، جو کہ بعد میں (قرآن میں) ایسے کہی گئی:

''میرا گھر اے (ہین) طواف کرنٗ والا، قیام کرنٗ والا، اور رکوع سجدو کرنٗ والا ان کے مارے پاک کر کے راکھیو۔ اور لوگن میں حج کو اعلان کر دَیئو، کہ وے تہارے پڑے پاون (پیدل) چل کے آواں، اور دور دور کا (پہاڑی) راستان میں کے سفر کرن والی اُن اُونٹنین پہ چڑھ کے آواں جو (لمبا سفر سُو سُوکھ کے) بُودی ہوگی ہوں ء۔''

(صفا مروہ) پہاڑی پہ حاجرہ سلام اللہ علیہا نے جو کچھ مدد کی تلاش میں کرو ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام لُو سب بتا دِیو، اور آپ علیہ السلام نے (اللہ کا حکم سُو) ای حج کو حصّو قرار دے دِیو کہ حاجین نے صفا مروہ کا سات چکر لگانا پڑاں ہاں، اور اِن دونُوں پہاڑین کو نام بی ان کا بیچ میں حاجرہ سلام اللہ علیہا کا چکر لگانٗ کی وجہ سُو ہی پڑو ہو۔

غالباً کنعان میں کچھ دِنن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (بھیڑ بکری) چرانٗ کے مارے بڑھیا جگہ، اور مکّا اور کنک کا کھیتن میں کھڑو ہور آپ (اسمٰعیل علیہا السلام) کے مَہیں دیکھ کہ کہی:

''او ہمارا پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد تیرا حُرمت والا گھر کے سہارے ایسی وادی میں لا بسائی ہے جا میں کچھ (کوئی فصل باڑی) بی نہ ہووے۔ ہمارا پروردگار! (یُو میں نے یا مارے کرو ہو) جا سُو یہ نماز قائم کراں، یا مارے لوگن کا دِلن میں اِن کے مارے کشش (محبت) پیدا کر دے، اور اِن لُو پھلن میں سُو روزی عطا فرما، جا سُو یہ شکر کرنیاں بنٗ جانواں۔''

(جاری)

****

# میواتی سَنت شاعرہ
# سہجو بائی کی شاعری میں گرو بھکتی

**عزیز سہسولہ میو**
ریسرچ اسکالر جے این یو، نئی دہلی
پتہ: روم نمبر ۱۰۹، پیریار ہاسٹل جے این یو۔نئی دہلی ۱۱۰۰۶۷
موبائل نمبر۔9868565081

عہد وسطی میں نِرگن بھکتی کے علمبردار سنتوں میں میرابائی کے بعد سہجو بائی سب سے زیادہ مشہور سنت شاعرہ ہیں۔سہجو بائی کا تعلق سنت چرن داسی فرقے سے ہے۔ سنت چرن داس کے تقریباً پانچ ہزار شِشیوں (شاگردوں) میں ۱۰۸ اہم شِشیہ تھے جن کے نام پر گدّیاں چلیں۔ان میں سہجو بائی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔سہجو بائی کی گدّی محلہ دسّان، حوض قاضی دہلی میں ہے۔

سہجو بائی کا تعلق میوات کے ڈہرا گاؤں سے تھا۔ان کی پیدائش کے بارے میں محققین میں اختلاف ہے۔کچھ لوگوں کے مطابق ان کی پیدائش ۱۸۰۰ وکرمی سَمت میں ہوئی لیکن میرے خیال میں یہ تاریخ درست نہیں ہے کیونکہ خود سہجو بائی نے سہج پرکاش میں صاف طور پر لکھا ہے کہ انہوں نے اس کی تکمیل ۱۸۰۰ وکرمی سمّت میں کی جس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ سہجو بائی کی پیدائش ۱۸۰۰ سے قبل ہی ہوئی:

پھاگ مہینہ اَشٹمی، سُکَل پاکھ بُدھوار
سَمّت اٹھارے میں ہُتے، سہجو کیا بچار
گُراَستُتی کے کرن کوُ، باڈھیواُدھک ہُلاس
ہوتے ہوتے ہوگئی، پوتھی سہج پرکاس
دِلّی شہر سُہاوَنا، پری چھِت پور میں باس
تہاں سماپت ہی بھئی، نوکا سہج پرکاس
سہج پرکاس پوتھی کہی، چرن داس پرتاپ
پڑھے سُنے جو پریت سوُ، بھاجے سب ہی پاپ

چرن داسی فرقے کی دلّی گدّی کے مہنت گھنشیام داس نے ۲۰۰۰ءمیں سہج پرکاش کو ازسرنو شائع کرایا۔اس میں انہوں نے سہجو بائی کی پیدائش وکرمی سمّت ۱۷۸۲ کے ساون مہینے میں شُکل پنچی کو قرار دیا جو شمسی کلینڈر کے حساب سے ۲ اگست ۱۷۲۵ ہے۔ڈاکٹر شیام سُندر شُکل نے بھی اسی تاریخ کو سہجو بائی کی یوم پیدائش قرار دیا ہے۔

سہجو بائی کے والدین کا تعلق ''ڈھوسر'' ذاتی سے تھا۔سہجو بائی نے اپنے والد کا نام شری ہری پرساد اور والدہ کا نام انوپی دیوی لکھا ہے:

ہری پرساد کی سُتا، نام ہے سہجو بائی

اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا کہ سہجو بائی نے کسی اسکول وغیرہ میں تعلیم حاصل کی ہو۔اس لیے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے ہی حاصل کی تھی۔سہجو بائی کے عہد میں لڑکی کی شادی کم عمری ہی میں کردی جاتی تھی۔سہجو بائی کی شادی بھی گیارہ بارہ سال کی عمر میں ہی طے کر دی گئی۔شادی کی رسومات ادا کی جارہی تھیں جس میں ان کے ماموں زاد بھائی سنت چرن داس جی کو دعائیں دینے کے لیے بلایا گیا۔سہجو بائی دلہن کے لباس میں سجی سنوری ہوئی تھی۔چرن داس جی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

چَلنو ہے رَ ہنو نہیں، چَلنو بِسو ا بِیس
سہجو تنک سُہاگ پے، کہا گُند ھاوے سیس

سہجو کے دل میں سنت چرن داس جی کے یہ الفاظ تیر کی طرح چبھ گئے۔گہنے وزیورات اتار کر پھینک دیے اور شادی سے انکار کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو پرمیشور کی بھکتی کروں گی۔اس زمانے کے سماجی نظام کو دیکھتے ہوئے یہ ایک تعجب خیز واقعہ تھا جس نے سبھی اعزاء واقربا کو حیران کردیا۔خاندان میں ایک بھگ دڑسی مچ گئی۔کسی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کیا جائے۔سب خاندان والوں نے سہجو کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دولہا کے خاندان کی طرف سے کی گئی آتش بازی کی وجہ سے دولہے کا گھوڑا بدک کر دوڑتا ہوا ایک درخت سے جاٹکرایا اور دولہے نے وہیں دم توڑ دیا۔جب دکھی دل سے باراتیوں نے سہجو کے والدین کو یہ اطلاع پہنچائی تو ان کے دل پر چرن داس کے ملفوظات کا اس قدر اثر ہوا

کہ وہ اپنے چاروں لڑکوں (رادھا کرشن، گنگا وِشنو، داس کنور، ہری نارائن) اورلڑکی سہجو بائی سمیت ان کے شِشیہ (شاگرد) ہو گئے۔اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سنت چرن داس کے شاگرد جوگ جیت شری لالہ ساگر میں لکھتے ہیں:

سب شِشیہ بھئے مہاراج کے، مَن کرم لئی شَرنائے
آ گیاکاری ہی رہیں، یہ تنہہ کریں سَہائے

سہجو بائی کی روحانی ترقیوں سے متاثر ہوکر مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی نے ۱۷۶۹ میں انہیں ۱۱۰۰ سونے کے سکے اور میرٹھ کے علاقہ سمیت نَریلا، بادلی، مادی پور، دَہی پور، بھلسوا، جہانگیر پوری اور زرنکاری کالونی وغیرہ گاؤوں کی جاگیر عطا کی۔ ۱۷۸۲ میں گرو چرن داس کے انتقال کے بعد تقریباً تیئیس سال تک سہجو بائی نے گرو گدّی کو اعزاز بخشا۔اس دوران انہوں نے اپنے شاگردوں شیام وِلاس، کرتانند، اگم داس، گرو نواس، رام پرساد، سنت حضور، ہرنام داس، رگھوناتھ اسنیہی اور سُمت بائی وغیرہ کو اپنے مسلک کی ترویج کے لیے ملک کے مختلف حصوں میں بھیجا۔سہجو بائی نے اپنی زندگی میں مختلف مذہبی اسفار کے ذریعے لوگوں کو روحانیت کا درس دیا اور چرن داسی فرقے کو بلندی عطا کر کے سَمّت ۱۸۶۲ کی ماگھ شُکلا پنچمی بمطابق ۲۴ جنوری ۱۸۰۵ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔موجودہ وقت میں سہجو بائی کی مرکزی گدّی ۴۹-۳۱۹۱ محلہ دَسّان، حوض قاضی دہلی میں ہے۔

سہجو بائی کے کلام کا ایک مجموعہ ہی مستند مانا جاتا ہے اور وہ ہے''سہج پرکاش'' ایسا مانا جاتا ہے کہ سہجو بائی نے اس گرنتھ کی تخلیق اٹھارہ سال کی عمر میں کر لی تھی جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔شواہد کے مطابق سہج پرکاش کو پہلی بار سردار اُمراؤ سنگھ شیر گِل کے ذریعے''میسرس کھیمراج شری کرشن داس، ممبئی'' سے ۱۸۳۸ء میں چھاپا گیا۔بعد ازیں ۱۹۱۳ء میں بیلویڈیَر اسٹیم پرنٹنگ ورکس الہ آباد سے چھاپا گیا اور آخری بار ۲۰۰۰ء میں گدّی سہجو بائی کے مہنت گھنشیام داس جی نے چھپوایا۔سہج پرکاش کل اَسّی صفحات پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے اڑتیس موضوعات پر گفتگو کی ہے۔اس گرنتھ کی تخلیق سَمّت ۱۸۰۰ بمطابق ۱۷۴۳ء میں مکمل ہوئی۔

سہجو بائی کے دل میں اپنے گرو (استاذ پیر و مرشد) سنت چرن داس کے لیے بے تحاشہ عقیدت و احترام تھا۔ان کے نزدیک گرو کی بھکتی سے بڑھ کر کوئی اور بھکتی نہیں ہے۔سہجو بائی کے خیال میں گرو سنجیونی بوٹی (زندگی دینے والی بوٹی) تھے۔وہ اپنے گرو کو خدا کا روپ نہیں بلکہ خدا سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل مانتی تھیں۔دن رات گرو کے ذریعے بتائے گئے طریقوں کے مطابق جاپ اور سُمرن کرتی تھیں۔خود بھی گرو کی ہدایات پر صدق دل اور خوش دلی سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی یہی بات سمجھاتی تھیں۔سہجو بائی کی حالت ایسی ہو گئی تھی کہ گرو کے علاوہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔جس طرح سے کوئی بہادر جنگجو فتح حاصل کرنے کی نیت سے میدان جنگ میں اترتا ہے اسی طرح سہجو بائی بھی مکمل طور پر روحانیت حاصل کرنے کے لیے دل و جان سے گرو کی بھکتی میں لگ گئی تھیں۔سہجو بائی کا اپنے گرو پر اس قدر پختہ یقین دوسروں کے لیے ایک مثال بن گیا تھا۔گرو کے ذریعے دیے گئے علم سے ان کا دل روشنی سے جگمگا اٹھا اور بھرم کا اندھیرا مِٹ گیا۔سہجو بائی کو تینوں لوکوں (عالَم) کا بھرپور علم ہو گیا تھا:

سہجو گرو دیپک دِیو، نَینا بھئے انَنت
آدی انت مدھ ایک ہی، سوُجھی پڑے بھگونت

ایک دن سہجو بائی اپنی کُٹیا کے دروازے پر بیٹھی تھی اس کی گرو بھکتی سے خوش ہو کر پرماتما ظاہر ہوئے لیکن سہجو بائی کے چہرے سے خوشی کے کوئی آثار نمایاں نہ ہوئے تو پرماتما نے کہا:

''سہجو ہم خود چل کر آئے ہیں کیا تمہیں خوشی نہیں ہوئی؟''

سہجو نے کہا: ''پرماتما آپ نے یہ تو بہت بڑی مہربانی کی ہے لیکن مجھے آپ کے دیدار کی خواہش نہیں تھی''۔یہ سن کر پرماتما کو جھٹکا سا لگا اور پوچھا ایسا تیرے پاس کیا ہے جو تو میری مہمان نوازی بھی نہیں کر رہی ہے؟

سہجو بائی نے جواب دیا کہ میرے پاس میرا سَدگرو ہے۔میں نے تمہیں اپنے سدگرو میں پا لیا ہے۔میں ربّانی عناصر کا دیدار بھی کرنا چاہتی ہوں تو محض اپنے سَدگرو کے روپ میں۔مجھے آپ کے دیدار کی کوئی تمنا نہیں ہے۔اگر میں اپنے گرو کو کہتی تو وہ کب کا تمہیں اٹھا کر میری گود میں ڈال دیتا۔یہ تاثر دیکھ کر پرماتما بھی پگھل گیا اور اس نے کہا:''کیا مجھے اندر آنے کے لیے نہیں کہو گی؟''

سہجو کہتی ہیں: پرماتما میری کُٹیا میں ایک ہی آسَن ہے۔اور اس

پر میرے سَدگرو ہی وِراج مان (جلوہ افروز) ہوتے ہیں۔ کیا آپ زمین پر بیٹھ کر میری مہمان نوازی کو قبول فرمالیں گے؟

پرماتما نے کہا: تم جہاں کہوگی وہاں بیٹھ جاؤں گا۔ اندر تو آنے دو۔ اندر آنے کے بعد پرماتما نے دیکھا تو بیچ بیچ وہاں ایک ہی آسَن تھا۔ وہ زمین پر بیٹھ گیا اور سہجو بائی سے بولا: ''میں جہاں بھی جاتا ہوں کچھ نہ کچھ دیتا ہوں۔ ایسا میرا اصول ہے۔ تم بھی کچھ مانگ لو۔''

یہ سن کر سہجو نے کہا: میری زندگی میں کوئی تمنا نہیں ہے۔ تم مجھے کیا دوگے؟ تم تو خود ایک دان ہو۔ جسے میرا داتا سَدگرو کسی کو بھی جب چاہے دان کر دیتا ہے۔ اب بتاؤ دان بڑا یا داتا؟ تم نے زندگی، موت اور روگ بھوگ میں اُلجھایا لیکن میرے سَدگرو نے اپنی کرپا کر کے یہ سب چھڑوایا۔

پرماتما نے کہا: سہجو آج میری مَریادا (لاج) رکھ لے۔ کچھ خدمت کا ہی موقع دے دے۔

سہجو بائی نے کہا: پرماتما ایک خدمت ہے۔ میرے سَدگرو آنے والے ہیں۔ جب میں ان کو بھوجَن کراؤں (کھانا کھلاؤں) تو کیا تم ان کے پیچھے کھڑے ہو کر پنکھا جھل سکتے ہو؟ جب سہجو بائی نے اپنے سدگرو کو کھانا کھلایا تو پرماتما نے ان کی بات مانی۔ سہجو بائی نے رام (خدا) کے بالمقابل گرو کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ وہ رام کو تو چھوڑ سکتی ہیں لیکن گرو کو نہیں چھوڑ سکتیں کیونکہ رام نے ہمیں جس دنیاوی کشمکش میں ڈالا ہے اس سے باہر نکالنے کا کام گرو نے ہی کیا ہے:

رام تجوں پہ گرو نہ بِساروں
گرو کے سَم ہَری کو نہ نِہاروں
ہَری نے جنم دِیو جگ ماہیں
گرو نے آوا گَون چھُٹاہیں
ہَری نے پانچ چور دیے ساتھا
گرو نے لئی چھُٹائے آتھا
ہِری نے کُٹمب جال میں گیری
گرو نے کاٹی ممتا بیری
ہَری نے روگ بھوگ اُرجھایو
گرو جوگی کر سَبے چھُٹایو
ہری نے کرم بھرم بھرمایو
گرو نے آتَم روُپ لکھایو
ہری نے موسوُ آپ چھُپایو
گرو دیپک تے تاہیں دکھایو
پھر ہری بندھ مکتی گتی لائے
گرو نے سب ہی بھرَم مٹائے
چرن داس پر تن من واروُں
گرو نہ تجوں ہَری کوُ تجِداروں

وہ کہتی ہیں کہ پرماتما کو تو چھوڑ سکتی ہوں لیکن اپنے گرو کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ گرو اور پرماتما اگر ایک ساتھ کھڑے ہوں تو میں گرو کی اور دیکھتی رہوں گی پرماتما کی اور بالکل بھی نہیں دیکھوں گی کیونکہ پرماتما کا حصول گرو کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

سہجو بائی نے روحانی مراقبہ کے تحت بھکتی کو سب سے اونچا مقام دیا ہے۔ گرو چرن داس سے بھی انہیں یہی تعلیم ملتی ہے کہ تمام عبادت کے تمام طریقوں میں یہی بھکتی ہی اولین نمبر پر ہے۔:

چرن داس کہے سہجیا، بھکتی شِرومَنی جان
تن، من، چِت، بُدھ، پران کوُ، تا مے دیجے آن

اسی لیے تمام مذہبی علمبرداروں سے سہجو بائی کا محض یہی مطالبہ ہے کہ وہ اسے بھکتی کا دان دیں تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ خدا میں رَم سکے اور اس سے لو لگا سکے:

سب سادھُن پرنام کری، کر جوروں سِر نائے کے
یہی دان موہے دیجیے، بھکتی کروں چِت لائے کے

سہجو بائی کا صاف ماننا ہے کہ جس سالک کے من میں بھکتی بھاؤ نہیں ہے وہ کبھی بھی اپنے خدا کی طرف راغب نہیں ہوسکتا:

اَنَنیہ بھکتی اُپجی نہیں، گرو سو ناہیں سیِر
سہجو ملے نہ سِندھو سے، جیوں تلاب کو نِیر

اگر انسان ایک بار چوک گیا تو یہ زندگی تو اکارت جائے گی تو اسے

پھر سے چوراسی لاکھ یونیوں کے پھیر میں بھی پڑنا ہوگا۔اس لیے ایک لمحہ بھی گنوائے بغیر خدا کی بھکتی میں ڈوب جانا چاہیے:

چوراسی یونی بھُگت ، پایو مُنُش شریر
سہجو چوُکے بھکتی بِن، پھِر چوراسی پیر

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک گھڑی کا مول نہ، دِن کا کہا بکھان
سہجو واہی نہ کھوئیے، بِنا بھجن بھگوان

سہجو پرکاش کا مطالعہ کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سہجو بائی نے پریم بھکتی کا سہارا لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قدم قدم پروہ اس کا خود اعتراف بھی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں:

یوگی پاوے یوگ سوٗ، گیانی لہے وِچار
سہجو پایو بھکتی سوٗ، جاکے پریم ادھار

پریم بھکتی سے متصف ہونے کے بعد بھکت کا پورا جسم اس کے خدا کے لیے وقف ہوجاتا ہے۔ہاں! یہ صورت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب بھکت پر خدا کی بھی رحمت ہوجاتی ہے:

پریم دیوانے جو بھئے، سہجو ڈِگمگ دیہہ
پاؤں پڑے کِت کے کِتی، ہری سنبھاری جب لیہہ

سہجو کی اس پریم بھکتی کا مقصد ہے دنیا کو خدائی اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے دیکھنا، انسان کا ذاتی اور سماجی طور پر اخلاق حمیدہ سے متصف ہونا اور ایسے سماج کی تعمیر کرنا جہاں ذات پات اور طبقاتی نظام کی کوئی برائی موجود نہ ہو، کوئی چھوٹا بڑا نہ ہو نیز کوئی بھی مذہبی یا فرقہ وارانہ تنازعہ نہ کھڑا ہو۔سہجو بائی کے مندرجہ ذیل کلام میں اسی کی اور اشارہ کیا گیا ہے:

پریم دیوانے جو بھئے، جاتی وَرَن گئے چھوٹ
سہجو جگ بورا کہیں، لوگ گئے سب پھوٹ

پریم دیوانے جو بھئے، پلٹ گیو سب روٗپ
سہجو درشٹی نہ آوَہی، کہاں رنک کہاں بھوٗپ

پریم دیوانے جو بھئے، نیم دھرم گیا کھوئے
سہجو نر ناری ہنسے، وا مَن آنند ہوئے

سہجو بائی نے بھکتی کا دکھاوا کرنے والے ان تمام لوگوں کو پھٹکار لگائی ہے جو کتّوں کی طرح پیٹ بھر کر اپنی زندگی برباد کر رہے ہیں۔نیک اعمال، تسبیح پڑھنا، جاپ کرنا، دان پنیہ کرنا اور اچھے چال چلن سے جن کو کوئی سروکار نہیں ہے نیز جو کایا یعنی جسم کو ہی سب کچھ مانے بیٹھے ہیں۔سہجو انہیں یاد دہانی کراتی ہے کہ انسانی زندگی پانی کے بلبلے کی مانند ہے جس کا لمحہ بھر کا بھی بھروسہ نہیں ہے۔اس زندگی پر غرور کرنا بیکار ہے۔اسی لیے انسان کو خدا کی عبادت کے راستے پر چل کر اپنا تحفظ یقینی کرلینا چاہیے:

جگ میں کہا کِیو تم آئے
سوان کی جیوں پیٹ بھر کے، دِیو جنم گنوائے
پہر پچھلے نہیں جاگو، کِیو نہ شُبھ کرم
آن مارگ جائے لاگیو، لِیو نہ گرو دھرم
جَپ نہ کِیو، تَپ نہ سادھیو، دِیا نہ تَیں دان
بہت اُلجھیو موہ مد میں، کِیو کایا مان
دیہہ گھر ہے موت رے، آن کاڑھے تو ہی
ایک چھِن نہیں رَہَن پاوے، پھر کِیے کا ہو ہی
رَین دِن آرا بَنا، کاٹے جوٗ تیری آئے
سَت گرو کہے سُن سہجیا، اب کرو بھجن اُپائے

سہجو بائی کا صاف طور پر ماننا ہے کہ ہری (خدا) کی مہربانی ہو تو ہو، نہ ہو تو نہ سہی لیکن گُرو کی مہربانی اور دَیا نہ ہو تو ساری حکمت و دانشمندی بھی جاتی رہتی ہے:

ہری کِرپا جو ہوئے تو، ناہیں ہوئے تو ناہیں
پہ گُرو کِرپا دَیا بِن، سَکَل بُدھی بَسی جاہیں

سہجو بائی کہتی ہیں کہ دنیا میں بھیجتے وقت خدا نے جو پانچ چور میرے ساتھ بھیجے تھے ان سے تو مجھے گرو نے ہی چھڑایا ہے۔خدا نے تو مجھے گھریلو مسائل میں الجھا دیا تھا لیکن گرو نے اس ممتا بیڑی کو کاٹ کر مجھے آزاد کرا دیا:

ہری نے پانچ چور دیے ساتھا
گرو نے لئی چھڑائے اناتھا
ہری نے کُٹمب جالُ میں گیری

گرو نے کاٹی ممتا بیڑی

خدا تو ہر انسان کو روگ بھوگ میں الجھاتا ہے لیکن گرو یوگ یُگتی کی مدد سے ان تمام الجھنوں سے آزاد کرتا ہے۔ ہری جہاں ایک طرف انسان کو عالمِ خواب وخیال کی سیر کراتا ہے تو وہیں دوسری طرف گرو اسے اپنی ریاضت کی مدد سے حقیقی دنیا میں لے کر آتا ہے:

ہری نے روگ بھوگ اُرجھایو
گرو یوک کر سَبے چھڑایو
ہری نے کرَم بھرَم بھرمایو
گرو نے آتم روُپ لکھایو

سہجو بائی کہتی ہیں کہ جب ہری نے خود کو مجھ سے چھپالیا تو گرو نے چراغِ علم روشن کر کے مجھے اس سے ملوایا۔ اتنا ہی نہیں ہری نے تو مجھے مختلف قید وبند اور موہ مایا کے جنجالوں میں الجھائے رکھا لیکن گرو نے مجھے حقیقت حال سے متعارف کرایا اور مجھے اس حقیقت کی دنیا میں جینا سکھایا۔

ہری نے موسوٗ آپ چھپایو
گرو دیپک تے تاہی دکھایو
پھر ہری بندھ مُکتی گت لائے
گرو نے سب ہی بھرم مٹائے

اس صورتحال میں میرا تو یہی فیصلہ ہے کہ میں گرو پر تن من نچھاور کردوں گی اور موقع آنے پر ہری کو چھوڑ دوں گی لیکن گرو کو کبھی نہیں چھوڑوں گی:

چرن داس پر تن من واروں
گرو نہ تجوں، ہری کو تجَ ڈاروں

☆☆☆☆☆☆☆

سہجو گرو درشن دئے، پوُر رہے سب ٹھور
جہاں تہاں گرو ای لکھے، درشٹی نہ آوے اور

سہج پرکاش کا مطالعہ کرنے سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ سہجو بائی گرو کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے نہیں تھکتیں۔ گرو کون ہوسکتا ہے؟ گرو کو کیسا ہونا چاہیے؟ گرو کی پہچان کیا ہے؟ گرو کا مذہب کیا ہے؟ ششیہ (شاگرد) کے اوصاف کون کون سے ہیں؟ گرو اور ششیہ کا تعلق کیسا ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ نکات پر بھی سہجو بائی کی نظر ایک دم صاف ہے۔ بلاشبہ گرو سے متعلق سہجو بائی کے افکار پر کبیر داس کا بڑا اثر پڑا ہے:

سب پربت سیاہی کروں، گھولوُں سَمند مَجھائے
دھرتی کا کاغذ کروں، گرو اِستُتی نہ سمائے

☆☆☆☆☆

سہجو گرو دیپک دِیو، دَیکھو آتم روپ
تمَر گیو چاندن بھیو، پایو پرگٹ گوپ

☆☆☆☆☆

سہجو شِشش ایسا بھلا، جیسے ماٹی موئے
آپا سونپ کمہار کوُ، جو کچھ ہوئے سو ہوئے

☆☆☆☆☆

چینٹی جہاں نہ چڑھ سکے، سرسوں نہ ٹھہرائے
سہجو کوُ وا دیس میں، سَت گرو دیا بَسائے

سہجو نے اپنے مشاہدہ اور تجربات کی بنیاد پر یہ اچھی طرح جان لیا تھا کہ گرو کے بنا کسی بھی راستے پر چلنا آسان نہیں ہے۔ جب تک گرو کی شفقت ومہربانی نہ ہوگی منزل مقصود تک رسائی ممکن نہیں ہے:

گرو بن مارگ نہ چلے، گرو بِن لہے نہ گیان
گرو بِن سہجو دُھند ہے، گرو بِن پوری ہان

لیکن ہر وقت ان کے دل ودماغ میں یہ بات سمائی رہتی تھی کہ گرو کا مطلب ہے سچا گرو، قابل تقلید، مقدس روح، سب سے عظیم انسان، مؤثر اور سچا رہبر۔ اسی لیے وہ اپنے متبعین کو ہمیشہ آگاہ کرتی رہتی تھیں کہ ان لُٹیروں، لفنگوں، ڈھونگی، پاکھنڈی اور برائے نام باباؤں وگروؤں سے ہوشیار رہیں جو بھیڑ کو اپنی اور کھینچنے کے ہنر میں تو ماہر ہیں لیکن گرو کے اوصاف سے پوری طرح عاری ہیں:

سہجو گرو بہت پھرے، گیان دھیان سُدھی ناہیں
تاری سکے ناہیں ایک کو، گہیں بہت ہی باہیں

☆☆☆☆☆

ایسے گرو تو بہت ہیں، دھوُت دھوُت دھن لیہیں

سہجو ست گرو جو ملے، مُکتی پھل دام دیہیں

☆☆☆☆☆

سادھو کہاویں جگت میں، چلیں دُشٹ کی چال

ڈنبھ بھریں پھولے پھریں، بہت بجاویں گال

گرو کے حوالے سے ہی سہجو بائی نے ششیہ کے بھی اوصاف گنوائے ہیں۔ سب سے اہم بات یہی ہے کہ ششیہ کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو گرو کے قدموں میں بچھا دے۔ پھر چاہے گرو کتنا بھی ڈانٹے ڈپٹے اس کا دروازہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ سہجو بائی کہتی ہیں کہ گرو کے سامنے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے بلکہ من میں جو کچھ بھی جھوٹ سچ ہے اسے نکال کر گرو کے سامنے رکھ دینا چاہیے۔ پھر دیکھیے نتائج کس قدر خوش کُن ہوتے ہیں:

شِشش کا مانا سَت گرو، گرو جھِڑکے لکھ بار

سہجو دوار نہ چھوڑیے، یہی دھارنا دھار

☆☆☆☆☆

گرو کا درشن کیجیے، گرو کا کیجیے دھیان

گرو کی سَیوا کیجیے، تجیے کُل ابھیمان

☆☆☆☆☆

گرو سوٗ کچھ نہ دُرایئے، گرو سوٗ جھوٹ نہ بول

بُری بھلی کھوٹی کھری، گرو آگے سب کھول

☆☆☆☆☆

سہجو گرو پرسنّ ہو، ایک کہیو پرسنگ

تن من سے پلٹی گئی، رنگی پریم کے رنگ

سہجو بائی کا پالا ایسے لوگوں سے ضرور پڑا ہوگا جو اپنے آپ کو ہی سب سے بڑا گرو گردانتے تھے۔ اپنے سامنے سب کو حقیر و ذلیل خیال کرتے تھے اور اسی اکڑ میں رہتے تھے کہ سب کچھ وہی ہیں۔ ایسے لوگوں سے آگاہ کرتے ہوئے سہجو بائی کہتی ہیں کہ گرو کی اطاعت نہ کرنے والوں، گرو پر ہی الزام تراشی کرنے والوں، اصول وضوابط کی خلاف ورزی کرنے والوں، پرائی عورت پر نظر رکھنے والوں اور ہمیشہ کینہ وکپٹ اور حسد میں غرق رہنے والوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت موہ مایا میں ڈوبے رہتے ہیں، سماجی اقداران کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ ایسے لوگوں سے بات چیت تو بہت دور کی بات، ان کی شکل وصورت بھی نہیں دیکھنی چاہیے:

گرو آ گیا مانے نہیں، گرو ہی لگاوے دوش

گرو نِندک جگ میں دُکھی، مُئے نہ پاویں موش

سہج پرکاش اور سہجو بائی کے نظریات افکار کو پڑھ کر یہ بات حتمی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ جس طرح گرو کی عظمت و محبت اور عقیدت سہجو بائی کے یہاں موجود ہے وہ کسی دیگر سنت کے یہاں نہیں ہے۔ سہجو بائی کے نزدیک گرو بھکتی ہی بھکتی کی اولین و اعلیٰ شکل ہے اور سہجو بائی کی شاعرہ کا خلاصہ ہے:

پرمیشور سے گرو بڑے، گاوَت وید پُران

سہجو ہری کے مُکتی ہے، گرو کے گھر بھگوان

## حوالہ جات


(۱) سہجو بائی، سہج پرکاش، الہ آباد، بیلویڈیر پریس، ۱۹۲۶۔ (۲) سورج بھان، ہریانہ کا سنت ساہتیہ، چنڈی گڑھ، ہریانہ ساہتیہ اکادمی، ۱۹۸۹۔ (۳) گویل، سنگیتا، چرن داس اور ان کی پرمپرا میں نِرگن وادی مَہلا سنت سہجو بائی اور دیا بائی کی سادھنا کا ادھین، نئی دہلی، آریہ پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷۔ (۴) شرما، گیتا، ہندی نِرگن کاویہ کی لوک سانسکرتک پرمپر میں سہجو بائی کی بانی کا وِششٹ ادھین، پی ایچ ڈی مقالہ، امرتسر، گرونانک دیو یونیورسٹی، ۱۹۹۰۔ (۵) شُکل، ڈاکٹر شیام سندر، چرن داسی سمپردائے اور اس کا ساہتیہ، ورنداوَن، شری پریم سوروپ، ۱۹۹۵۔ (۶) رانی، نیلم، چرن داسی سمپردائے کا ہندی کو اَودان، پی ایچ ڈی مقالہ، جون پور، ویر بہادر سنگھ پوروانچل یونیورسٹی، ۲۰۱۱۔ (۷) مادھو، شری بھونیشورناتھ مشر، سنت ساہتیہ، باکی پور، انتھ مالا کاریالیہ، ۱۹۴۱۔ (۸) شودھ شری، شمارہ نمبر سات، اپریل سے جون ۲۰۱۳، گورنمنٹ پی جی کالج، بونڈی۔ (۹) دوبے، شری رمیش چند، ریداس اور سہجو بائی کی بانی میں اُپلبدھ روڑیاں، بھارتیہ ساہتیہ پتریکا، شمارہ دو، ۱۹۵۶

۱۰۔ T.R. Shingari, Sahjo Bai and Daya Bai: The form of love for the Lord, Radha Swami Satsang Byas, Amritsar, 2011

۱۱۔ R.K Gupta, Saints and Mahatmas of India, New Delhi, 2011


✲✲✲✲✲

# میوقوم تاریخ کے آئینے میں

محمد فیصل قاسمی (رانیکا)
مدرسہ جامعہ الیاسیہ اشاعت العلوم کھرکھڑی سوہنہ تاؤڑو روڑ ضلع نوح میوات

اے حسن ذوق صحن گلستاں سے پھول چن
کانٹوں سے کیا عرض ہے یمین یسار کو
تراش کر کوہ سنگ و آہن نکالنی ہوگی راہ منزل
بغیر شعلوں کے کھیل کھیلے نہ راہ دے گا کبھی زمانہ

عربی تاریخ واداب سے یہ بات ثابت ہے ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے عہد مبارک میں جاٹ اور میوقوم کے افراد عرب علاقوں میں موجود تھے۔عرب مورخین کے مطابق میو اور جاٹ نوحؑ کے بیٹے حام کی نسل سے ہیں جبکہ مغربی مورخین ان قوموں کو نوحؑ کے بیٹے یافث کی نسل سے بتاتے ہیں آخرالذکر قول تاریخی حقائق سے زیادہ قریب معلوم ہوتا ہے۔ ''عرب وہند اور عہد رسالت'' کے مصنف قاضی اطہر مبارک پوریؒ کے مطابق دور رسالت میں سرزمین عرب پر ہندوستان کی چھ عدد قومیں عرب کے مختلف علاقوں میں آباد تھیں جو زط (جاٹ) مید (میو) سیابجہ، اساورہ، احامرہ، بیاسرہ وغیرہ ناموں سے موسوم تھیں۔ (آئینہ میوات)

''مید، میو اور میوات'' لفظ میو نہایت قدیم ہے جو دراصل دوسرے الفاظ سے بدل کر معرض وجود میں آیا ہے۔ یوں تو جتنے بھی الفاظ لفظ میو سے تاریخی ولسانی تال میل رکھتے ہیں ان سب کا آپس میں گہرا تعلق ہے لیکن یہ جملہ الفاظ میر، میورا، مہر اور مید سے مشتق پائے جاتے ہیں اور زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ ان چاروں الفاظ میں قدیم لفظ مید ہی ہے۔ لفظ مید عربی وہندی دونوں زبانوں میں اکثر پایا جاتا ہے جس کے معنی عربی لغت میں بڑھنا، پھولنا، حرکت کرنا، ناز سے چلنا وغیرہ اور ہندی زبان میں صحیح، درست و ہموار کے کئے گئے ہیں۔ عربی وفارسی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مید یا میدی دنیا کی عظیم ترین قوم کا نام ہے۔ ایک روایت کے مطابق نوحؑ کے بیٹے یافث کے تیسرے فرزند کا نام مید تھا جس کے نام سے یہ قوم مید (میو) کہلائی، یہی بات زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے جو توریت سے بھی ثابت ہے۔ ایک زمانے میں یہ قوم ایران کے جانب غروب میں آباد تھی بایں وجہ اس علاقے کو میدیا (میڈیا کہا جاتا ہے (تحقیقات ماہر) مید قوم منوجی کے تیسرے فرزند راجہ ججات کی اولاد ہے جو جادو اور توار نسل کا مورث اعلیٰ ہے۔ (تاریخ میو چھتری)

ٹاڈ راجستھان کے مطابق انڈو بنس (وہ کرسی نامہ جو چندر بنسی وسورج بنسی شاخوں کو تقسیم کرتا ہے) کی تین سوشاخیں مید کہلاتی ہیں اور لفظ میو بھی قطعی طور پر لفظ مید ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے اور جس علاقہ میں یہ قوم آباد ہے وہ میوات کہلاتا ہے۔ امپریل گزیٹر آف انڈیا ۱۹۰۸ میں لکھا ہے کہ میوات ایک ایسا علاقہ ہے جس کی حدود صحیح طور پر قائم نہیں ہیں۔ یہ دہلی کے جنوب میں واقع ہے اور ضلع متھرا، گڑگاؤں، وریاستہائے الور و بھرت پور کے علاقوں پر مشتمل ہے اور جس طرح راجپوت سے راجپوتانہ، گوجر سے گجرات اور پختون سے پختونستان علاقے کہلائے اسی طرح میوات علاقہ بھی میوؤں سے ہی اپنا نام اخذ کرتا ہے (آئینہ میوات)

## ''میوقوم کا تاریخی مقام ومرتبہ''

آج کا ہندوستان شاید اس بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ میوقوم کیا ہے اس کی تاریخی روایت کیا ہیں اور ہندوستان کی تاریخ میں اس نے کیا کردار ادا کیا ہے، آج ہم اس حقیقت کو واضح کردینا چاہتے ہیں جس کی پوری پوری شہادت ہماری تاریخ سے ملتی ہے کہ میوقوم سے زیادہ محب وطن اور وطن پرست شاید ہندوستان میں کوئی اور نہیں ہے اسے آزادی وطن اور ملکی سالمیت کا احساس رہا ہے، سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ وہ اپنی حکومت یا ریاست قائم کرنے پر کبھی بھی مصر نہیں ہوئے، ملک کی حفاظت اور دوسروں کے لیے اپنا خون بہانہ ان کا شیوہ رہا ہے۔ چنانچہ یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ پاکستان پر حملہ کرنے والے ہندوستان کا مقابلہ جس قدر میوقوم نے کیا ہے اور اس سلسلے میں جتنی قربانیاں آج تک دی ہیں ان کی نظیر پاکستان کی

دوسری قوم مشکل سے پیش کر سکے گی۔ ہندوستان پر سب سے پہلے مسلم حملہ آور محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا اس کا مقابلہ کرنے والے میو اور جاٹ تھے اس زمانہ میں سندھ اور راجستھان پر راجہ داہر کی حکومت تھی یہ لوگ عرب جہازوں اور قافلوں کو لوٹتے اور کھاتے تھے۔ بعض تاریخی کتابوں میں یہ بھی آیا ہے کہ عرب ممالک سے تجارت کرنے والے بھی یہی لوگ تھے۔ محمود غزنوی نے ہندوستان پر پے در پے حملے کرنا شروع کیا اس میں مقابلہ راجہ تہن پال جادونسل میو نے اپنی ریاست تہن گڑھ متھرا کے مقام پر کیا جہاں محمود غزنوی کو شکست کھانی پڑی اور پھر محمد غوری کو بھی شکست خوردگی کے عالم میں لوٹنا پڑا ظاہر ہے یہ سب اسی وقت ہوا جب اس کا سخت مقابلہ کیا گیا ان کے بعد میوؤں کا مقابلہ قطب الدین ایب سے ہوا اس مقابلے میں کافی میو مارے گئے۔ اس مسلم حملہ آور کا مقابلہ بھی تہن گڑھ کے مقام پر ہی کیا گیا تھا اس جنگ میں قطب الدین نے فتح پائی اور راجہ تہن پال گرفتار ہوا۔ میوؤں کے متحدہ جادونسل گوت پال راجہ تہن پال کی اولاد ہے راجہ تہن پال کے ۲۲ بیٹے تھے جن میں سے زیادہ تر مسلمان ہوئے۔

قطب الدین ایبک کے بعد سلطان ناصرالدین محمود اور غیاث الدین بلبن کا زمانہ آیا اس زمانے میں میو قوم اور میوات بہت زیادہ سرکشی اور شرارتوں کا مرکز بنے ہوئے تھے، کثرت کے ساتھ لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرلیا گیا تھا، سورج غروب ہونے سے پہلے ہی میو دہلی میں داخل ہوکر لوٹ مار شروع کر دیتے تھے۔ میوؤں کی مسلسل شرارت، سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے ناصرالدین غیاث الدین بلبن، شمس الدین التمش کو میوات اور میوؤں پر متعدد حملے کرنے پڑے جن کا میوؤں نے بڑی جوانمردی اور ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور لاکھوں میو قتل ہوئے، اس زمانے میں کا کورانہ بالوت میوؤں کی کمان کرتا تھا، دھوج سے لے کر قطب مہرولی تک ان میو بہادروں کے مورچے لگے رہتے تھے، میو قوم اور میوات پر جتنی تباہی وغارت گری شاہان کے زمانہ میں ہوئی شاید ہی کبھی ہوئی ہو۔ ابراہیم لودھی نے جب پانی پت کے مقام پر بابر کے مقابلہ میں شکست کھائی اور جب وہ رحلت کر گیا تو اس کے بھائی محمد شاہ لودھی نے میو حکمراں راجہ حسن خاں میواتی سے امداد کی درخواست کی اور والی میواڑ رانا سانگا کو بھی ساتھ لگایا اور پھر شاہ لودی، راجہ حسن جان میواتی اور رانا سانگا نے مل کر فتح پور سیکری کے مقام پر بابر کا مقابلہ کیا جس میں ان تینوں کو شکست ہوئی سب سے زیادہ نقصان میوؤں کا ہوا اس جنگ میں میوات کے بڑے بڑے سردار، فوج اور خود راجہ حسن خاں میواتی والی الور بھی شہید ہوئے اور میوؤں کا ناقابل تلافی نقصان ہوا اس جنگ کے تمام واقعات کو خود تزک بابری میں تفصیل کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے اس فتح کے بعد بابر نے میوؤں کے ساتھ تعلقات وسیع کیے اور اپنی حکومت میں عہدے بھی دئے، میوات بھر میں مختلف مقامات پر مسجدیں اور مزارات وغیرہ تعمیر کیں۔ نیز دوسری اصلاحات بھی کیں، عہد ہمایونی میں بھی اسلامی حکومت سے میوؤں کے تعلقات اسی طرح قائم رہے۔ جب شہنشاہ اکبر کا زمانہ آیا تو ان کے تعلقات میں اور بھی زیادہ وسعت ہوگئی کیوں کہ اکبر بہت ہی عقلمند اور ذہین آدمی تھا اس نے میوؤں کی فطرت اور عادت کو پہچانا اور ان کے ساتھ پوری دوستی کی مختلف، مختلف میوؤں کو منصب دار بنا دیا، شاہان اسلام سے مسلسل جنگ وجدل کے نتیجے میں میو قوم اور میوات میں جو خرابیاں آ گئی تھیں ان کو دور کیا۔ میو قوم کے بارہ پال اور باون گوتوں کی تقسیم چودھراہٹوں کو قائم کیا آج جو گوت پال اور چودھراہٹیں موجود ہیں یہ تمام کی تمام عہد اکبری کی ہیں، بعض تاریخی کتابوں میں یہ بھی ملتا ہے کہ اکبر نے میوؤں کے ساتھ رشتہ دارانہ تعلقات بھی قائم کیے لیکن ایک طرف تو یہ ہو رہا تھا دوسری طرف میوؤں کے بعض گودو پالوں میں سخت خودسری پیدا ہوگئی اور انہوں نے تخت ہمایونی کے محافظ اکبر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا چنانچہ پاہٹ پال سردار راجہ ٹوڈرمل آف بھرت پور نے اعلان کیا۔

پانچ پہاڑ کی راجائی اور پورہ میرودل
آدھے اکبر بادشاہ آدھے پاھٹ ٹوڈرمل

اسی طرح پاٹن کے راؤ کو جب شہنشاہ دہلی نے کسی کام کے لیے بلانا چاہا تو اس نے آنے کے بجائے کہلا بھیجا ۔

تو دہلی کا بادشاہ میں پاٹن کو راؤ
تیری دلی ملنے نہ چلو میری پاٹن ملنے آؤ

اسی طرح میوؤں میں خودسری تو پھیل ہی گئی اور جب شہنشاہ اکبر بھی چل بسے تو اس میں اضافہ ہوگیا، پاھٹ پال اور بعض دوسرے فرقے مکمل باغی بن گئے

ان ہی دنوں شہنشاہ جہانگیر کا کچھ مال آگرہ سے اونٹوں پر لاد کر لی آرہا تھا، پاھٹ پال کے سردار اور دوسرے لوگوں نے اس کو لوٹ لیا۔ رائے بھان پاھٹ اور مستہ خاں گودھولیا ان میں پیش پیش تھے اسی رہزنی اور لوٹ مار کے نتیجے میں پاھٹ میو اور جہانگیر کی فوج میں سخت جنگ ہوئی جو پانچ پہاڑ کے نام سے مشور ہے۔ (تاریخ میو اور داستان میوات)

## میو قوم کا قبول اسلام

میو قوم دراصل ایک قدیم قوم ہے، جس نے مختلف ادوار کے مختلف اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں ظاہر ہے یہ قوم بہت سے مذاہب بھی دیکھ چکی ہے یہ قوم سورج کی پجاری بھی رہی ہے تو آگ کی پوجا بھی اس نے کی ہے زرتشست کے مذہب کو بھی اس قوم نے مانا ہے تو بودھ مذہب میں بھی اس کا یقین رہا ہے لیکن یہ بات تاریخ وشواہد سے ثابت ہے کہ میو قوم نے کبھی مورتی پوجا نہیں کی چونکہ میو قوم جتنی قدیم ہے (ان کا مذہب بھی اتنا پرانا ہے۔ قدیم دور میں ان کا مذہب میومت کہلاتا تھا پھر اسے آئین منگا کہا جانے لگا، زرتشت نے اس میں ترمیم کی اور اپنے نام سے ایک نیا مذہب ایجاد کیا، زرتشت کی پیدائش آرمینیاں میں ہوئی، یہ علاقہ میوؤں کی ہی ایک شاخ مینائی کے اختیار میں تھا۔ میو قوم کا مذہب اسلام قبول کرنا بھی اپنے آپ میں ایک تاریخ ہے، اور ایک لمبا سلسلہ ہے جو الگ الگ ادوار اور الگ الگ علاقوں میں متعدد علمائے کرام، صوفیائے عظام کی تعلیم وتربیت اور روحانی اثرات کا نتیجہ ہے، میو قوم کے قبول اسلام کے سلسلے میں کڑیوں کو اگر ہم جوڑیں تو تقریباً سات سو سال میں یہ قوم اسلام میں داخل ہو پائی۔

دور قدیم سے ہندوستان کے عربوں و فارس کے لوگوں سے تجارتی تعلقات رہے، دونوں طرف ایک دوسرے کے علاقہ میں لوگوں کی آمدورفت رہی ہے اور لوگ اپنی پسند اور سہولت کے مطابق جہاں چاہے آباد ہوتے رہے ہیں، عہد رسالت ﷺ میں بھی میو قوم چونکہ عرب کے مختلف علاقوں میں آباد تھی، اسلام کی دعوت جب عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلی تو عربوں کی طرح وہاں آباد دوسری قومیں بھی مشرف بہ اسلام ہوئیں جن میں میو قوم بھی شامل تھی گویا میوؤں نے ظہور اسلام کے ابتدائی دور میں ہی دوسری عرب قوموں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا اور اسلامی فوجوں میں شامل ہو کر جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کر لیا تھا، عین ممکن ہے کہ محمد بن قاسم کے ہمراہ بھی میو قوم کے سپاہی سندھ آئے ہوں کیوں کہ یہ لوگ نہ صرف سندھ کے تمام جنگلوں اور پہاڑی علاقوں سے واقف تھے بلکہ سندھ کے خونخوار قبائل کے لڑنے کے طور طریقوں سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ محمد بن قاسم ۷۱۲ میں چھ ہزار گھڑسوار و چھ ہزار پیدل فوج کو لے کر سندھ کی طرف بڑھا، ادھر بیلا کے مقام پر راجہ داہر کی فوج مقابلے کے لیے تیار تھی، دنوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی اور نتیجتاً محمد بن قاسم فتح یاب ہو کر دیبل کی طرف آگے بڑھے، دیبل پر مکمل اقتدار حاصل کر کے وہاں چار ہزار مسلمانوں پر ایک بستی آباد کی گئی اور ایک مسجد کی تعمیر کی گئی گویا اس طرح سندھ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع ہوا یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہندوستان کی قدیم ترین قومیں جو معلوم ہوسکی ہیں وہ جاٹ اور میو ہیں اور یہ دونوں خونخوار قومیں دریائے سندھ کے کنارے آباد تھیں، یہ عجیب اتفاق ہے کہ محمد بن قاسم کا مقابلہ سندھ میں ہر مقام پر میوؤں سے ہی ہوا اور یہ لوگ محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ راجہ داہر کی راجدھانی الور پر جب محمد بن قاسم نے فتح پالی تو یہاں کے باشندے آپ کے وفادار ہو گئے داہر کی فوجوں کا سپہ سالار اپنے تیس ہندو سرداروں کے ہمراہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا۔ ۷۸۳ میں ابو عبداللہ محمد منصور کے دور خلافت میں اراولی پہاڑ پر فتح حاصل کی گئی یہ علاقہ پوری طرح میوؤں کا تھا۔ ۸۴۳ تک تقریباً سندھ میں اسلامی حکومت ختم ہوگئی مگر اس سے پہلے میو خصوصاً سندھ کے میو اسلام کے رنگ میں رنگ چکے تھے۔ (آئینہ میوات)

*****

# ماضی میں میواتی معاشرہ

**ریاض نور میو**

چیف ایڈیٹر رہبرِ میوات

بزرگوں کا ادب سماج کی بنیادی اکائی ایک خاندان تھا ایک باپ کی اولاد اور ایک گھر کی چھت کے تلے پروان چڑھنے والے بچے جب جوان ہو کر شادی شدہ صورتحال اختیار کر کے خود بھی باپ بنتے تو ان کی اولاد قدرتی مشاہدہ کرتی کہ ان کے ماں باپ اپنے ماں باپ یعنی بچوں کے دادا دادی کا کس درجہ ادب اور احترام کرتے ہیں باہر کا حکمران باپ یعنی دادا اور اندرون خانہ دادی راج ماتا ہے تو ان کے دل میں خود بخود ان بزرگ ہستیوں کا احترام اور مقام پیدا ہو جاتا یہی وہ فطری تربیت تھی جس سے ہر میو بچہ ہوش سنبھالتے ہی فیض یاب ہو جاتا تھا بغیر کسی کے سکھائے اور بتائے اس کے دل میں اپنے بڑوں کا ادب اور احترام خود بخود پیدا ہو جاتا تھا بقول علامہ اقبال یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی میری قوم کو اپنے بیٹوں کو آداب فرزندی سکھانے کی ضرورت اس لیے پیش نہ آتی تھی کہ آنے والی نسل اپنے بڑوں کو دیکھ دیکھ کر خود بخود بزرگوں کے مقام سے آگاہ ہوتی چلی جاتی تھی باپ اگر لاچار اور اپاہج ہو کر بھی رہ گیا ہے تو بھی اس کی قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ میں ذرہ برابر فرق نہ آتا تھا وہ چارپائی پر لیٹے لیٹے بھی ایک بااختیار حکمران کی طرح اپنی چھوٹی سی سلطنت کو سنبھالے رکھتا تھا یہی حال دوران خانہ بیٹیوں اور بہو کا بھی تھا مائی یا ساس چاہے کتنی ہی ضعیف یا کمزور کیوں نہ ہوتی اس کا مان اور مرتبہ گھر میں سب سے بہترین ہوتا تھا کئی نسلیں مشترکہ خاندان میں پلتی تھی بچوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان کا باپ کون اور تایا کون سا ہے اومومن دادا کو بوڑھا باپ دادی کو بوڑھی ماں اور تاؤ کو بڑوں باپ کا کا کو چھوٹا باپ کہہ کر بلایا جاتا تھا اس طرح تائی کو بڑی ماں کا کی کو چھوٹی ماں کہا جاتا تھا بعض بچے تو اپنے اصلی ماں باپ کو بھی کا کا کی کہہ کر بلاتے تھے کیونکہ وہ اپنے بڑے تایا زاد بہن بھائیوں کی دیکھا دیکھی اپنے تایا اور تائی ہی کو بابا اور مائی کہنے لگتے تھے بڑے ہو کر بھی ان کی زبان پر یہی رواں رہتا تھا ماں باپ بھی بچوں کو نہیں ٹوکتے تھے نہ برا مانتے تھے کہ ان کے بچے ان کو تو کا کا کی کہتے ہیں اور جیٹھ جیٹھانی کو بابا اور مائی یہ سمجھ بوجھ گھر کی چار دیواری کے اندر محدود نہ تھی بلکہ جب باہر کے ماحول میں بزرگوں کو یا بڑوں کو ملنا ہوتا تو بھی اسی کام کے ساتھ پورے عزت اور احترام کے ساتھ ملنا ہوتا تھا اور بڑے بھی اپنے اور پرآئے بچوں میں کوئی فرق روا نہ رکھتے تھے بلکہ گاؤں کا ہر بچہ ان کا اپنا بچہ ہوتا تھا سبھی اولاد کی طرح ان کو پیار کیا جاتا تھا اگر وہ کوئی غلط کام کرتے تو گاؤں کے ہر بڑے کو خود بخود یہ حق حاصل تھا کہ وہ غلط کام پر نہ صرف بچے کو ٹوک دیں بلکہ ضرورت پڑے تو اسے جسمانی سزا بھی دی تا کہ بچہ دوبارہ ایسی ہی غلطی نہ کرے قائیرین کرام یہ تھا ہمارا شاندار ماضی لیکن اگر حال کی بات کی جائے تو حال ہمارا بہت خراب ہے ایک وقت تھا جب ہماری کئی کئی نسلیں ایک ہی چار دیواری میں پروان چڑھتی تھی لیکن آج ہم میں سے ایک کی سوچ یہ ہے کے علیحدہ گھر ہو جس میں صرف بیوی اور بچوں کے علاوہ کوئی اور نا ہو ایک وقت تھا جب ہمسائے ماں جائیوں کی طرح رہتے تھے لیکن آج ماں جائے کس حال مے ہیں کچھ معلوم نہیں ہمارے بزرگوں ایک ساتھ زندگی گزار کر اپنی نسلوں کو زندگی گزارنے کی ایک بہترین ترتیب دی لیکن افسوس ہم نے اپنے بزرگوں کی ماضی کی شاندار روایتوں کو چھوڑ دیا اور یہی وجہ ہے کے آج ہماری قوم کے اندر وہ پہلا سا بھائی چارہ ختم ہو کر رہ گیا ہے اللہ ایک وقت تھا جب وحیدن گھر کا سارا کام کاج کر کے نجمہ کے پاس آجاتی تھی اور گھنٹوں باتیں کرتی سگی بہنوں کی طرح زندگی گزارتی اس کے علاوہ گاؤں کی ساری عورتیں کام کاج سے فارغ ہو کر ایک ساتھ بیٹھ کر گھنٹوں ڈھیر ساری باتیں کرتی لیکن آج حال یہ کہ ایک تو کسی کے پاس ٹائم ہی نہیں کسی کے پاس کوئی بیٹھ سکے اور اگر ٹائم مل بھی جائے تو سارا وقت غیبت اور چغلی میں ہی گزر جاتا ہے اسی طرح ہمارے بزرگ ایک ہی بیٹھک اور ایک ہی حکہ پر بیٹھ کر صبح شام وقت گزارتے تھے اور ایک دوسرے سے خوب باتیں کرتے لیکن آج سب کچھ بدل گیا آج پہلے جیسا کچھ نہیں رہا ماضی کی وہ شاندار روایات ایک دم ختم ہو کر رہ گئی وہ پہلا سا بھائی چارہ وہ پہلی سی محبت اب ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی سب کچھ بدل گیا میں ریاض نور میوا اپنے ماضی شاندار روایتوں تو کو جب یاد کرتا ہوں اور جب اپنی قوم کے حال کو اس قدر بے حال دیکھتا ہوں تو بہت دکھی ہو جاتا ہوں اسی لیے لئے میں بھرپور کوشش کرتا ہوں اپنی نسلوں کو اپنا ماضی یاد کرانے کی آپ سب ہی جانتے ہیں اس کے لئے کبھی میں رہبر میوات اخبار شائع کرتا ہوں تو کبھی ریڈیو پر میواتی پروگرام کبھی میوات کی بہادری پر مبنی ترانے ریکارڈ کرواتا ہو عرصہ بس برس سے میں کسی نا کسی حوالے سے میوات کی ثقافت پر کام کر رہا ہوں اور مرتے دم تک کرتا رہوں گا اس کے ساتھ میں مولانا ابو عاصم میو مولانا توصیف الحسن کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہو جس طرح یہ دونوں باپ بیٹے میوات کی ثقافت پر کام کر رہے ہیں اس کے لیے یہ داد و تحسین کے مستحق ہیں میری دعا اور دلی ہمدردی آپ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیک مقصد میں کامیاب کرے۔

# کوٹلہ کی تاریخی مسجد

**محمد مشتاق**
متعلم جامعہ امام ولی اللہ پھلت (یوپی)

برصغیر ہند و پاک پہ مسلمانوں نے متواتر آٹھ سو سال حکومت کی، جو اپنی عظمت وشان کے لحاظ سے بے مثال ہے، اس مدت میں اگرچہ بہت سے خاندان منصۂ شہود پر پر آئے اور اپنا عرصہ حکومت پورا کر کے رخصت ہو گئے، مگران ادلتی بدلتی حکومتوں میں رعایا کے ساتھ مساویانہ سلوک اورعوام کی صلاح وفلاح کا لحاظ ہرحکومت نے رکھا، اس سرزمین پہ سب سے زیادہ حکومت مغلوں نے کی جس کی ابتداء بابر سے اورانتہاء بہادرشاہ ظفر کی انگریزوں کے ذریعے جلا وطنی پہ ہوتی ہے، غرض مسلمانوں کے اس طول طویل دور حکومت کی ہزاروں نشانیاں اور یادگاریں آج بھی تاج محل، لال قلعہ اور جامع مسجد وغیرہ کی صورت میں اس سرزمیں پہ بکھری ہوئی ہیں، جو ہمارے شاندار اور عظیم ماضی کا پتہ دیتی ہیں، ملک کے موجودہ حالات اور اپنے ماضی کو دیکھ کر ہر مسلمان یہ کہ اٹھتا ہے کہ

" ہوتا نہ تھا فیصلہ ہمارے کئے بغیر،
کتنے معتبر ہم ابھی کل کی بات ہے"

**عبدالجبار اجمیری**

عام بات ہوگئی ہے کہ یہودصفت موجودہ حکومت کے دریدہ دہن کارندے تمام مسلم حکمرانوں پہ آئے دن زبان لعن دراز کرتے رہتے ہیں، بھارت کی عدالت عظمیٰ نے بھی تاریخی حقائق کا خون کرتے ہوئے محض آستھا کی بنیاد پر بابری مسجد و رام مندر جھگڑے کا جانبدارانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے مسجد کو مندر میں تبدیل کردینے کا فیصلہ کردیا، کبھی کہا جاتا ہے کہ تاج محل دراصل تاجو دیوی کا مندر ہے جسے شاہجہان نے تاج محل میں بدل دیا تھا، زورشور سے یہ افواہ پھیلائی جارہی ہے بلکہ پھیلائی جاچکی کہ مغلوں و مسلم حکمرانوں سے منسوب جتنی بھی تاریخی یادگاریں ہیں مساجد ہو یا قلعے سب ہندوؤں کی تعمیرات کی مبدل ہیں یا انکو منہدم کرکے تعمیر کی گئی ہیں، ایسی صورت حال میں ہندی مسلمانوں پہ یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان دریدہ دہنوں کی ہفوات وثرثارات کا تاریخی حقائق کی روشنی میں جائزہ لیں اورحقیقت پہ پڑے پردے کو ہٹائیں، اور مسلمانوں کے عدل ومساوات سے بھرے دورے حکومت سے عوام وخواص سب کو آگاہ کریں،

خیر انہی مظلوم تاریخی یادگاروں میں میوات کے کوٹلہ گاؤں کی ایک مسجد ہے جو تغلقی دور میں تعمیر ہوئی اور آج بھی سالم حالت میں موجوداور پنجاب وقف بورڈ کے زیرانتظام واہتمام ہے، اسی تاریخی مسجد کا مختصر حال ہم اس مضمون میں لکھ رہے ہیں۔

**محل وقوع:۔** یہ مسجد ایک بلند مقام پر واقع ہے جہاں سے ہر چہار جانب کا بخوبی نظارہ کیا جاسکتا ہے اسکی پیشانی پر ساڑھے چارفٹ لمبے اورایک فٹ پانچ انچ چوڑے لال پتھر پر خط کوفی میں فارسی کی یہ عبارت کندہ ہے" بنا کرد ایں مسجد جامع بعہد محمد شاہ ابن فیروزشاہ تغلق عالی درجات"۔

**داخلہ:۔** مسجد میں داخل ہونے کے لئے مشرقی سمت میں پہلے بیس سیڑھیاں چڑھنا پڑتی ہیں اورایک چبوترے کے بعد مزید چار سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہوا جاتا ہے۔ مسجد کا اندرون:۔ مسجد کا صحن 60 فٹ لمبا اور 94 فٹ چوڑا ہے جس میں سنگ خارا کے مضبوط و مستحکم چوکے بچھے ہوئے ہیں۔ صحن کے دائیں طرف بچوں کے لئے ایک سہ دری ہے، یہ مسجد سات در کی ہے، جس کے اندر دیدہ زیب انداز میں تراشیدہ 32 حجری ستون ہیں اور ہر ستون 6 فٹ لمبا ہے،۔ مسجد کی کل لمبائی 60 فٹ اور چوڑائی 27 فٹ ہے، سات محرابیں ہیں اور 6 سیڑھیوں کا عالیشان ممبر ہے، چھت پہ جانے کے لئے جنوب میں 15 سیڑھیوں کا ایک تنگ مگر مضبوط زینہ بھی ہے، جس پہ ایک چھوٹا گنبد بنا ہوا ہے۔ مشرقی جانب وضوخانہ ہے مشرق جنوب میں ایک کنواں ہے، نیز مسجد میں تہ خانہ بھی ہے۔

**بناوٹ:۔** یہ مسجد دیکھنے میں اگرچہ سادہ نظر آتی ہے مگر اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تغلقی دور کے فن تعمیر کا یہ ایک بہترین نمونہ ہے۔ میوات میں ایسی ہی سینکڑوں تاریخی مساجد ہیں، لہذا اہل میوات سے اپیل ہے کہ اپنے اجداد کی ان اعلیٰ اور تاریخی نشانیوں کی حفاظت کریں اوران سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں۔۔ کوئی شک نہیں کہ جو قوم اپنی تاریخ اور ماضی کو فراموش کردیتی ہے اسکا حال و مستقبل بھی اسے فراموش کردیتا ہے۔

## حیات و خدمات

# مولانا عبدالرحیم بڈیڈویؒ
## (پہلی قسط)

ابو عاصم میو

حضرت مولانا عبدالرحیم بڈیڈویؒ کا تعلق میو قوم گوت چھرکلوت تھامہ ٹیڈا نبیرہ سے تھا، آپ کا سلسلۂ نسب خاندان چندربنسی سری مہاراج کنہیا جی سے جاملتا ہے، حضرت کے خاندان کا ابتدائی نکال موضع دھولیٹ ضلع بھرت پور راجستھان سے منتقل ہوکر موضع بڈیڈ تحصیل فیروز پور جھرکہ بالائے کوہ کے دامن میں آکر آباد ہوا۔قریباً اب سے دوسوسال بیشتر جہالت کی تاریکی اس سارے مطلع پر چھائی ہوئی تھی اوراس کے گردونواح کے سب لوگ برائے نام مسلمان کہلاتے تھے۔اور امور دینیات سے غافل تھے ،ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت ورہبری کے لئے حضرت مولانا کے والدمحترم جناب الحاج میاں جی عبدالغفور صاحب کو چنا جو کہ نمونہ سلف صالحین تھے اوراکابرین مرکز نظام الدین حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف سے میوات کے مدارس ومکاتبوں کے ذمہ دار ومہتمم اور امام مسجد رہے۔آپ ہمیشہ گھوڑی اورسائیکل سے اپنا سفرکرکے قریباً6 سال موضع مانکی ضلع الورراجستھان میں دینی خدمت انجام دی اور 48 سال کم وبیش موضع مانوتہ ضلع نوح میں دینی خدمت انجام دی، باقی اپنے ہی گاؤں بڈیڈ میں تعلیمی خدمت کرتے کرتے اپنی عمر کے آخری ایام گزارے اور یہیں سے کوچ آخرت کیا۔

بروایت نبیرہ جناب قاری اسلم صاحب کا بیان ہے کہ ’’ضعیفی کی عمر میں بھی دادا جی پراس قدرقوم کی اصلاح کی فکرتھی کہ شب وروزا پنے وقت کے پابند ہوتے چاہے سردی ہو یا گرمی، برسات ہو یا بیماری، سفرہو یا حجراپنے مقررہ وقت پر پہونچ کر مسجد میں امامت فرماتے اس کے بعد قوم کے بچوں اوربچیوں کو دینی تعلیم دینے لگ جاتے‘‘۔مولانا مرحوم بڑے متقی وپرہیزگار بزرگ تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اپنی بیتی داستان سنائی کہ سن 1947 میں ہم مع بچوں کے دہلی پہنچ گئے اور مجھ سے بچے عبدالرحیم وغیرہ کھوگئے میں پریشانی کے عالم میں انہیں ڈھونڈ رہاتھاتو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی ایک لنگڑا شخص اچانک سامنے آیااس نے پہلےتو پوچھا کہ میاں جی کیابات ہے میں نے حقیقت بتائی تواس نے فوراً کہا کہ آپ جامع مسجد کی سیڑھیوں پرپہنچ جاؤ، بچے وہاں بیٹھے ہیں۔میری خوشی کی انتہا نہ رہی، میں وہاں پہنچا تو بچے عبدالرحیم اوران کی والدہ بیٹھی ملی توفرمایاوہ لنگڑا جن تھا۔ روای کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ بارش ہورہی تھی موسم چومانسوں کا چل رہا تھا اوردادا حاجی صاحب کونہر پار جانا ہوتا تھا سائیکل پر سوار تھے جب نہر کا پل آیا تو سائیکل پر سے نہر میں گر گئے پانی زوروں پر تھا اورحضرت حاجی صاحب بہنے لگے لوگوں نے بھاگ بھاگ کر نہر سے نکالا لیکن پھربھی آپ نے اپنا سفرِ دین جاری وساری رکھا۔آخروہ گھڑی آہی گئی کہ شمع نورکوجس کا انتظار تھا قدرت کے اس انتخاب کا تماشہ دیکھوکہ جس کو اجل سے اس کام کے لئے تیار کیا گیا اورجگہ جگہ کی دولتیں ونعمتیں جو آپ کے والد محترم حضرت فردوقت الحاج میاں جی عبدالغفور صاحبؒ نے اکٹھی کیں تھی خدانے وہ حصہ حضرت مولانا عبدالرحیم بڈیڈویؒ کوعطافرمادیا اورحضرت فردوقت الحاج میاں جی عبدالغفورصاحبؒ نے اس جہان فانی سے جہانِ بقاء کی طرف کوچ کرگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہاتف سبز پوش کردرقم
شاہ عرفاں چوشد فنافی اللہ

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزار لعنت است

اللہ والوں سے محبت کرنا اوران کی خدمت میں حاضر ہونا اوران کے اقوال گرانقدرسننا یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔ **ذکر الاولیا تنزیل الرحمتہ عندذکر الصالحین تنزیل الرحمتہ۔**

ہم نشینی ساعت بااولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

امابعد! حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈویؒ کے درکا ایک ادنیٰ سا غلام خاکسار ملتمس ہے کہ مجھ کو اپنے حضرت پیرومرشد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈویؒ اور آپ کے والد محترم فردوقت الحاج میاں جی عبدالغفور صاحبؒ کے اقوال وافعال جو گاہ بگاہ خود حاضر ہو کر یا کسی اپنے پیر بھائیوں سے جو حضرت کی خدمت میں حاضر رہتے یا حاضر ہوتے تھے سننے یا دیکھنے کا اتفاق ہوا ان کو اکٹھا کرنے اور ضبط تحریر میں لانے کا شوق تھا، حضرت کے وصال کے بعد سب پیر بھائیوں نے تقاضہ کیا کہ ابوعاصم میو صاحب اس خیر و برکت کے مجموعہ کو یکجا جمع کریں اور مزید حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈویؒ کے ملفوظات وعملیات اور خدمات اوراق پراگندہ کو جو شیخ کی عمر گزشتہ کا سرمایہ ناز تھا جمع کیا جاوے اور پرنور مرشدی مولائی مولانا عبد الرحیم صاحب بڈیڈوی نوراللہ مرقدہ کے اقوال گراں قدر یہ اور حضرت کے کچھ حالات قلم بند کئے جاویں تاکے سب اس سے مستفیض ہو سکیں اگرچہ میں اس کا اہل نہ تھا اور اپنی مجبوری ومعذوری وکم علمی کا اظہار ان حضرات پر کر دیا تھا ان سب نے یہ عرض قبول نہ کرتے ہوئے ان معلومات کی 'نوری شمع' میرے ہاتھ میں دیدی اور بطور امداد کے میرے پیچھے ہوئے، جب میں نے یہ دیکھا ناچار اب اس سے مفر نہیں تو دل مضبوط کیا اور اپنے احباب کی امداد چاہی اور یہ خیال کر کے کہ جو کچھ اور جیسا کچھ ایوان نعمت سے تیرے پاس موجود ہے الٹا سیدھا خوان بچھا اور پیش کر اور مت ڈر قدم اٹھا اتنی بات ضرور ہے اگر کوئی صاحب علم لکھتا تو بات کچھ الگ ہوتی، انداز بیاں دلچسپ ہوتا، اب میرے قلم سے یہ باتیں ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں اب صرف مجھے تو کرنا یہ ہے کہ جو روایت جس کے حوالہ سے مجھے ملی وہ اس کے نام سے لکھ دی خدا نے یہ کام آسان کیا اور تسبیح کے دانے کی طرح یکے بعد دگرے پروتا چلا گیا۔ السعی منی والتمام من اللہ

زباں پہ بار الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

حضرت الحاج میاں جی عبدالغفور صاحبؒ کے دو فرزند ارجمند اور دو صاحبزادیاں تھیں ان میں بڑے فرزند حضرت شیخ پیر طریقت رہبر شریعت مولانا عبدالرحیم بڈیڈوی صاحبؒ تھے جو کہ سن عیسوی 1933 میں حضرت شیخ وقت نے اپنے قدم میمنت لزوم سے کاشانۂ عالی کو عزت بخشی اور اپنے پرنور چہرہ سے اس گھر کو منور فرمایا۔ باپ کا دل اس جمال جہاں آراء کو دیکھ کر باغ باغ ہوا اور ماں کی گود ثمر مقصود سے لبریز ہوئی جب سن شریف چھ، سات سال ہوئی تو علوم دینیہ سے آراستہ و پیراستہ ہوئے، چونکہ حضرت مولاناؒ کی تربیت والد محترم حضرت الحاج میاں جی صاحبؒ کے تحت تھی اس لئے بچپن ہی سے تربیتی مدارج بہترین طریقہ پر کی گئی اور دس بارہ سال تک یہ نونہال گلشن باغ قدس اپنی سبز خوش نماں پتیوں اور ہری ہری ڈالیوں اور رنگا رنگ پھولوں اور گونہ گو ثمرات سے لبریز ہو گیا، باپ نے جب دیکھا کہ علوم باطنیہ ٹھیک ہے تو علوم ظاہری علم دین سیکھنے کے لئے اکابرین مرکز نظام الدین دھلی روانہ کیا وہاں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی سرپرستی وزیر نگرانی شفقت میں علم حاصل کیا پھر آپ نے سن ھجری 1373 میں 10 دس شوال کو اپنا داخلہ مدرسہ عبدالرب میں لیا وہاں سے سن ھجری 1375 میں 7 سات شعبان کو فراغت حاصل کی پھر واپس اکابرین مرکز نظام الدین میں حضرت جی کی صحبت وخدمت میں مصروف ہو کر بیعت سے منسلک ہو کر خطہ میوات میں کافی عرصہ تک دعوت تبلیغ واشاعت اسلام کا کام کیا اور امامت کے فرائض انجام دیئے۔ آپ کے والد محترم الحاج میاں جی عبدالغفور صاحبؒ کو مولانا کی شادی کی فکر لاحق ہوئی تو والد محترم نے اپنے ہم عصر دوست میاں جی اللہ بخش بڈیڈوی سے ذکر کیا کہ میاں جی اب بچے کی شادی کرنی ہے کوئی نیک سیرت لڑکی تلاش کر تو میاں جی اللہ بخش اس وقت ککرالہ رسول پور تحصیل نگر ضلع بھرت پور میں امامت فرماتے تھے اور مسجد میں بچوں کو پڑھاتے میانجی اللہ بخش بڈیڈویؒ نے اپنے ایک مقتدی جن کا نام نبی خاں تھا ان سے مولانا عبد الرحیم بڈیڈویؒ کے رشتہ کی بات کی اور مولانا کے خسر نبی خاں صاحب کو اجلاس عام میں عقد نکاح کرانے پر رضامند کیا اور حضر جی مولانا محمد یوسف

صاحبؒ نے لہنگا کلاں میں مولانا عبدالرحیم صاحبؒ کا نکاح پڑھایا رخصتی بعد میں عمل میں آئی۔ میانجی اللہ بخشؒ نے اپنی ہی شاگردہ پڑھی ہوئی بچی جن کا نام نامی اسم گرامی مندری ہے جو مولانا کی شریک حیات بنی اس وقت بھی الحمد اللہ حیات ہے۔

## مولانا کی اولادیں

آپ کے آٹھ 8 بچے پیدا ہوئے، پانچ لڑکے تین لڑکی الحمد اللہ پانچوں لڑے با حیات ہیں، الحاج بھائی ہارون صاحب، قاسم بھائی، اور جناب قاری اسلم صاحب، حکیم بھائی عبدالحفیظ صاحب وغیرہ۔

## حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی نظر میں مولانا کی اہمیت

ضرت مولانا عبدالرحیم بڈیڈویؒ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''میں جب بھی حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے جب بھی میں نماز کے وقت پر سامنے آیا تمام علماء اکرام ومبلغین حضرات کے ہوتے ہوئے بھی مجھ سے فرمایا کرتے کہ عبدالرحیم چل نماز پڑھا، میں نے کئی دفعہ نماز پڑھائی اور حضرت جیؒ نے میرے پیچھے نماز ادا کی، حضرت جیؒ کی مخصوص محبت وشفقت تمام اکابرین نظام الدین کی مہربانیاں شامل حال رہی اور میں کافی عرصہ تک دعوت وتبلیغ میں وقت گزارا جب حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کا انتقال ہوگیا (اناللہ وانا الیہ راجعون) تو وقت کی نزاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکز نظام الدین سے علاحدگی اختیار کی اور اپنے ہی گاؤں میں جامع مسجد حنفیہ میں آکر امامت کی خدمات انجام دی اور گاؤں میں مکتب کی شکل میں قرآن مقدس کی تعلیم دینی شروع کردی''۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ نے اپنا تعلق منسلک ہونے کا حضرت شیخ علامہ ومولانا نیاز محمد صاحب میواتیؒ سے ظاہر فرمایا تو حضرت شیخ مولانا نیاز محمد میواتیؒ نے فدائے ملت شیخ طریقت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ سے منسلک کروایا اسی وقت سے آپ نے اپنے سر جمعیۃ علماء ہند کی خدمت اپنی ذمہ داری سمجھ کر آخری وقت تک انجام دی، آپ نے اپنی پوری زندگی ملک وملت کی خدمت میں گزاری آپ نے ہمیشہ اپنا سفر جاری رکھا جہاں پر بھی قوم کو کوئی مشکل پیش آئی تو آپ نے پوری طاقت وہمت اور استقامت کے ساتھ مدد فرمائی۔

سن 1971 عیسوی میں گاؤں پلہ تحصیل نوح میں اہل ہنود نے گؤ کشی پر ہنگامہ کھڑا کردیا کہ گاؤں پلہ والوں نے گئوکشی کی ہے اس پر گاؤں کے خلاف ایف آئی آر درج کردی گئ اور پولس نے دبش دینی شروع کردی پورا گاؤں پریشان ہوگیا، پولس آتی گاؤں بھاگ کھڑا ہوتا۔ جب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب بڈیڈویؒ کو پتہ چلا کہ گاؤں پلہ اس طرح پریشان ہے توفوراً حرکت میں آگئے، گاؤں پلہ پہنچے ان کو یقین دہانی کرائی اور وہاں سے سیدھے دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی پہنچے اور سب حال وحقیقت بیان کی اور اخبارات میں یہ سب قصہ درج کروایا اور بار بار گاؤں پلہ میں آتے پھر دفتر پہنچتے دفتر کی جانب سے ہریانہ سرکار کو فیکس کروایا تب جاکر پلہ گاؤں میں سکون آیا اور وہ سب رفع دفع ہوا خیر سگالی آئی، خدا کے اس نیک بندے کی برکت سے اللہ نے گاؤں کو عافیت عطا فرمائی۔

اسی طرح سے ایک واقعہ تحصیل تاوڑو میں بھی پیش آیا محمد پورا ہیر گاؤں میں لوگوں نے سن 2006 میں غالباً اپنی ہی جگہ یعنی زمین میں مسجد بنانی شروع کی تو اہل ہنود نے جھگڑا کردیا کہ ہم یہاں مسجد نہیں بننے دینگے پورا ہنگامہ برپا کردیا تو اس وقت دو مشہور ومعروف شخصیت الحاج میاں جی محمد فاروق خلیفہ فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا اسعد مدنی نور اللہ مرقدہ دوسری شخصیت الحاج میاں جی عظیم ڈاؤلہ پاٹی محمد پور یہ دو شخصیت حضرت مولانا عبدالرحیم بڈیڈوی کے پاس پہنچے آپ نے دونوں بزرگوں کی بہت خاطر تواضع کی اور ایک دستی لیٹر فورنا دفتر جمعیۃ علماء ہند کے نام لکھا اور اس میں سب احوال قلم بند کئے ان دونوں حضرات کو دھلی روانہ کردیا تو وہاں سے فورناً ہریانہ سرکار کو فیکس کر کے متنبہ کیا اور آگاہی دی تو اسی وقت فورس آئی تمام بدمعاشی کرنے والوں کو گرفتار کیا اور وہاں مسجد قائم ہوئی جو آج الحمد للہ وہی مسجد حلقہ محمد پور کا تبلیغی مرکز ہے یہ سب قربانی وجد جہد حضرت مولانا عبدالرحیم بڈیڈویؒ کی قربانی کا صلہ ہے اللہ تعالیٰ مولانا کی قبر پر کروڑوں کروڑ رحمت نازل فرمائے۔ (آمین)

جاری۔۔۔

**یادیں اور باتیں**

# حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت میاں جی **محمد فاروق خان** میواتی
خلیفۂ مجاز حضرت مولانا سید اسعد مدنی (بھنگوہ میوات)
**توصیف الحسن** میواتی الہندی

ہم اہل میوات نسل در نسل اپنے ھادی و مربی، مخدوم ومحسن حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلوی پر دل وجان سے فدا تھے، ہیں اور ہمیشہ فدا رہیں گے۔میوات کے ہر ہر فرد کی زبان پراُن کا چرچا رہتا تھا اور آج بھی ہے۔ہمارے حضرت جی اپنے معاصر اکابر میں دو بزرگوں کو بہت چاہتے تھے۔ان کا بہت اکرام و احترام کرتے اور ان کا بے حد محبت سے ذکر خیر کرتے تھے۔انہوں نے ان بزرگوں کی یہ محبت اہل میوات کے دلوں میں بھی راسخ کردی تھی ۔ یہ دو بزرگ: خ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری تھے۔رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس لیے اہل میوات حضرت جی کی طرح ان دونوں اہل اللہ کو دل وجان سے چاہتے تھے، دونوں بزرگوں نے بارہا میوات کے دورے کیے۔کئی کئی روز میوات میں قیام فرمایا، ان بزرگوں کے آستانوں پر میواتیوں کا انفرادی اور قافلوں کی صورت میں بہت کثرت سے آنا جانا تھا،دونوں بزرگوں نے میوات کے پانچ سالکینِ تصوف کو خلافتوں سے بھی مشرف فرمایا تھا۔

حضرت رائے پوری نے جن پانچ میواتیوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:حضرت مولانا عبدالمنان الدھلوی (دہلی)، حضرت مولانا فتح محمد خان میواتی (دہلی)، حضرت مولانا رحیم شاہ میواتی (دہلی)، حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی (کراچی)،حضرت مولانا پیر جمیل احمد میواتی دہلوی (رائے ونڈ)

جیسا کہ اوپر عرض کیا ہمارے میوات میں حضرت جی ،حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری کا بہت چرچا تھا۔مجھے مجاہدِ میوات مولانا محمد ابراہیم خان الوری (سابق ایم ایل اے وبانی صدر جمعیۃ علمائے ہند میوات) کے آخری ایامِ حیات میں ان کے ساتھ وقت گزارنے اوران کی خدمت کرنے کا بہت موقع ملا وہ تینوں بزرگوں (حضرت جی،حضرت مدنی اور حضرت رائے پوری) کا بہت والہانہ انداز سے بکثرت تذکرہ کیا کرتے تھے۔اس لیے مجھے جیسے حضرت جی مولانا محمد الیاس اورحضرت مدنی سےمحبت تھی ایسے ہی حضرت رائے پوری سے بھی بہت انس ہوگیا تھا۔

یہی انس ومحبت حضرت سے بیعت کی خواہش میں بدل گیا۔چنانچہ میں حضرت رائے پوری سےان کے میوات کےایک سفرمیں بیعت ہوگیا تھا۔میں نے بعدمیں فروری 1962ءمیں حضرت کی زیارت اورروحانی استفادہ کے لیےرائے پور کا سفر کیا تھا، وہاں بارہ دن گزارے،خانقاہِ رائے پور کا ماحول بہت الگ تھا کہ وہاں شب و روز سالکین و ذاکرین ذکراللہ میں مصروف ہوتے تھے،لیکن قدرے آہستہ آواز میں سوائے نمازوں کے اوقات کے ہروقت ذاکرین اللہ کی یادمیں محومست وسرشار نظرآتے تھے ماحول اورفضا پر انوارات کی بارش برستی محسوس ہوتی تھی ، حضرت کی مجلس میں شریعت وطریقت کے ساتھ سیاسیات کی گتھیاں بھی سلجھائی جاتی تھیں۔

جب خانقاہ میں حضرت شاہ عبد القادررائے پوری قیام فرماہوتے تو سالکین تصوف کا بہت ہجوم ہوتا تھا، حضرت کاچونکہ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان بھی جانا ہوتا اورکئی کئی ماہ وہاں قیام فرماتے تھے،اس لیے جب خانقاہ میں ہوتےتوسالکین کے علاوہ ملک کی بڑی شخصیات بھی حضرت کی زیارت وملاقات کے لیے کثرت سے آتی جاتی تھیں۔جب ہم وہاں پر مقیم تھےتو خانقاہ میں حضرت رائے پوری سے ملنے کے لیے شیخ

الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور میواتی حضرات: مولانا عبدالمنان الدھلوی، مولانا عبداللہ مال پوری اور تبلیغی بزرگ میاں جی رحیم بخش خاں بھی وہاں قیام فرماتے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ خانقاہ کے کنوئیں میں چمڑے کا بڑا سا ڈول گر گیا، کنواں بہت زیادہ گہرا تھا، بڑی کوشش کے بعد بھی اسے نکالا نہ جا سکا، میں نے کہا کے میں اس ڈول کو نکال کر باہر لا سکتا ہوں کیونکہ میں تیراکی اور غوطہ خوری میں ماہر تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ اس کنواں کی مُنڈیر پر جنات کا ڈیرا ہے، کبھی کبھی کنواں سے ذکر کرنے اور کبھی عجیب و غریب خوف زدہ کر دینے والی آوازیں بھی سنی گئی ہیں۔ میں نے کہا مجھے اللہ کے سوا کسی جن بھوت سے کوئی خوف و ہراس نہیں۔ میں کنواں میں اترنے کے لیے تیار ہوں کسی نے حضرت رائے پوری سے اُوپر مذکور مہمانوں کی موجودگی میں میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ میواتی نوجوان ڈول کے لیے کنواں میں اترنے کے لیے تیار ہے، اس کا کہنا ہے کہ میں ڈول کو نکال لاؤں گا۔

حضرت نے فرمایا کہ نہیں ہرگز نہیں، رہنے دو، کنواں بہت قدیم ہے اور گہرا بھی ہے۔ پھر شیخ الحدیث اور حضرت جی ثانی کی طرف مسکرا کر فرمایا کہ اس میواتی کو کچھ ہو گیا تو اہل میوات اِدھر دھاوا بھی بول سکتے ہیں۔ پھر بھلا کون ان کے مقابل ہوگا، کون ان سے بچائے گا؟ اس پر حضرت شیخ الحدیث نے فرمایا کہ حضرت! یہ تو ایک میواتی ہے۔ مولانا الیاس نے ان میواتیوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ ان کے دلوں میں حضرت مدنی اور آپ کی محبت و عقیدت اس قدر راسخ کر دی ہے کہ یہ تو سبھی ہر وقت آپ حضرات پر دل جان سے فدا ہونے کے لیے تیار رہتے ہیں، جس روز میں نے وہاں سے اپنے ایام پورے کر کے گھر لوٹنا تھا میں حضرت کو ایک کھڑکی سے بار بار دیکھتا اور دل میں آتا کہ اب آج کے بعد آپ کی زیارت شاید نصیب نہ ہو۔ میں بار بار اس خیال کو جھٹکتا، لیکن اس خیال سے دل بھر بھر آتا اور آنکھیں بار بار نم ہوتی تھیں۔

بعد میں ایسا ہی ہوا حضرت رائے پوری پاکستان کے سفر پر گئے، وہاں لاہور میں 16 اگست 1962ء کو انتقال ہوا، ان کی رائے پور میں اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے قدموں میں دفن ہونے کی خواہش کے برخلاف ان کے عزیزوں نے آبائی قصبہ ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) میں تدفین کی تھی حضرت رائے پوری کے انتقالِ پُرملال کو میوات میں بہت محسوس کیا گیا پورے میوات میں تعزیتی جلسے ہوئے اور سبھی مساجد و مدارس میں قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

اہل میوات کا بزرگان رائے پور سے محبت کا یہ عالم ہے کہ چند سال پہلے الور میں جمعیت کا اجلاس تھا جس میں میوات کے علماء و چودھریان اور دینی مزاج کے لوگ موجود تھے کسی نے اطلاع دی کہ پاکستان سے سلسلۂ رحیمیہ رائے پور کے سجادہ نشین مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری بھارت آئے ہوئے ہیں اس اطلاع کا شُرکائے اجلاس پر اس قدر اثر ہوا کہ اکثر حاضرین فرطِ عقیدت و محبت و جذبات میں آبدیدہ ہو گئے تھے اہل میوات کے دلوں میں نسل در نسل جن چار بزرگوں کی فدویانہ عقیدت و محبت ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت میاں راج شاہ میواتی، حضرت جی مولانا محمد الیاس کاندھلوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں کی بال بال مغفرت فرمائے درجات بلند کرے ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے اور ان کے فیوضاتِ علمیہ و روحانیہ سے اہل میوات کو ہمیشہ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

*****

**Payamewat Mail ID**
payamemewat@gmail.com

# میوات کے متعلق کچھ تاریخی باتیں

**ناظمہ ستار** (حیدرآباد)

میوقوم قدیم آرین اقوام م سے ایک قوم ہے۔۔جس نے ہر دور میں ہندوستان کی عظمت و بزرگی کو برقرار رکھا اور کسی حال میں ملک کی ساکھ کو آنچ نہ آنے دیا۔

میوقوم کی تاریخ م ایسے ایسے اولوالعزم لوگ گزرے ہیں جنھوں نے شجاعت و مردانگی م لازوال کردار ادا کیے ہیں جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اس قوم کے متعلق مولانا سید ابوالحسن ندویؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میوقوم ایک ہزار ال سے زیادہ عرصہ سے مسلمان ہے اور اس طویل عرصے میں ان کے درمیان کسی ھادی و مصلح کی عدم موجودگی کے باوجود اس قوم کا ایمان سے وابستہ رہنا حیرت انگیز واقعہ ہے۔

یہی وہ قوم ہے جو ہندوستان کی پرانی قوموں میں سے سب سے پہلے ایمان لائی اگرچہ ایک ہی وقت میں یہ قوم بھی دولتِ ایمان سے بہرورنہ ہوسکی۔۔تقریبا چارسوسال کے طویل عرصے میں پوری قوم نے اسلام قبول کرلیا مگر اس امتیاز کے ساتھ کہ پھر میوقوم کا کوئی فرد غیر مسلم نہ رہا۔

تاریخ میوات کا نام میوقوم کی وجہ سے وجودم آیا اس قوم کا ذکر میواتی کے نام سے تاریخی کتابوں میں جگہ جگہ آتا ہے۔میواڑ جو اُودے پور ریاست کا دوسرا نام ہے میوقوم کی ابادی کی وجہ سے میواڑ کہلایا۔۔میو ایک انڈین آرین قوم ہے یہ ہندوستان میں شمال مغرب کی سرحد پار کر کے گروہ کی شکل میں آئی اور ابتداً پنجاب میں رہے اور یہ میوقبیلہ آگے چل کر یہی قوم کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اس قوم نے ہمیشہ اپنی انفرادیت کو قائم و برقرار رکھا اور قومی انا کو مجروح ہونے سے بچالیا چھتری ہونے کی وجہ سے انکے ناموں میں سنگھ اور مل آجاتا ہے۔۔شمع سنگھ جے سنگھ چاندمل وغیرہ۔

پیدائشی وموت اور شادی بیاہ کی رسموں میں یہ قوم اس قدر نہی بھستی جتنے اور علاقوں میں مسلم عوام وخواص رسم ورواج کے پابند ہیں۔۔حکیم الامت تھانویؒ کی ایک کتاب ہے اصلاح الرسوم اس میں مسلم قوم میں رائج مشرکانہ رسوم کا تذکرہ ہے میوقوم اس میں مندرج اکثر رسموں سے ناآشنا ہے۔۔۔یہاں ساڑھے بتیس روپیہ مہر کا نام شرع محمدی ہے۔۔۔چاندی کا بھی سکہ رائج الوقت کے حساب سے گھٹتا بڑھتا رہا ہے۔عہد بلبن میں جب کا کورانا نے میوقوم گوت و پال کے سسٹم میں منظم کیا تھا اس وقت کا یہ قومی سطح کا فیصلہ معلوم ہوتا ہے میوقوم کی دینی تنزلی کی روداد اس قسم کی نہیں کہ وہ اپنے تمام اجزا سمیت منفرد ہو بلکہ یہ چیز قدر مشترک کے طور پر ہر جگہ پائی جاتی ہے کیونکہ بدعملی و بےعملی جب کسی گروہ یا قوم میں پھیلتی ہے تو اس وقت وہ تنہا شکار نہیں ہوتی بلکہ وہ ریلے میں آتی ہے اس وقت وہ دیگر بےعمل قوموں سے نہ ممتاز ہوتی ہے نہ الگ تھلگ رہ سکتی ہے بےعملی ہر قوم کے عمل کو بیکار کردیتی ہے بلکہ مرکز تک کو متاثر کرڈالتی ہے۔

میوات کے اھل علم وفضل صاحب رشد وصلاح اگر کسی اہل قلم کی نظر میں نہ آسکے بالخصوص ظروف اور سوانح نے انھیں روشنی میں نہ آنے دیا یا اس موضوع پر اختصاصی طریقے پر مطالعہ کا موقع نہ ملا ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میوات مشائخ ودانشوروں سے خالی رہا یہ سب حضرات خواہ کسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان پر کوئی لقب غالب آگیا ہو سب اسی راہ اشاعت دین و مذہب کے مسافر تھے۔۔جنھوں نے اپنے اپنے وقت اور حالات میں اقامت دین کا فرض انجام دیا۔۔فرق صرف یہ ہے کہ بعض کے حالات تاریخ کی تیز روشنی میں ہیں اور بعض کے حالات ان کے خیالات و عزائم اور انکی مساعی تاریخ کی عرفی کتابوں میں مدون نہیں ہیں اس کے لیے ہمیں مکتوبات وملفوظات اور غیر مطبوعہ کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور مقامی روایات کو بھی۔دیگر ذرائع کی عدم موجودگی میں اہمیت دیئے بغیر چارہ کار نہیں۔یہ سب کچھ کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس مقصد کے لیے ہر

زمانہ میں اپنے موجود محدود وسائل کے ساتھ کوشش بھی کی گئی اور ہر دور میں علمائے حق نے اس سلسلے میں اپنا فرض ادا کیا اور خدا کو راضی اور ضمیر کو مطمئن کیا۔

میں نے جب اس پہلو سے اس مسئلہ کو اپنے غور وفکر کا موضوع بنایا تو یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آ گئی کہ اس قوم کو اگر بیدار کیا جا سکتا ہے تو صرف مذہبی راستے سے انھیں انکی قدیم مذہبی روحانی تاریخ اور اس سرزمین میں اسودہ مشائخ کرام علمائے عظام کے تذکرے سنا کر ان کے اجتماعی ضمیر کو جھنجوڑا جاے۔ان وجوہ کے پیش نظر میں نے ارادہ کیا کہ سرزمین میوات اور میوقوم کی مذہبی کوائف مرتب کر کے قوم کے سامنے پیش کروں تا کہ اپنی قوم بیدار ہو کر ترقی پذیر اقوام میں شامل ہو جاے اور اپنے قدیم تاریخی کردار کی روشنی میں اپنے صحیح مقام کے متعین کرنے میں کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔۔۔اور ملت کی عمومی تاریخ کے لیے اک ایسے ناگریز باب کا اضافہ ہو جسے مورخین نے عموما نظر انداز کیا یا اسکی نشاندہی ہی نہ کی اور اس کے بغیر اسلامان ہند کی کو غیر مزہبی اور ملی تاریخ مکمل نہی کہی جا سکتی ۔۔۔

اس وقت ملک کی ہر قوم میں شعور و جذبہ۔حوصلہ امنگ اور عزم وارادہ نہیں پایا جاتا۔۔اب سے ہزار برس پہلے جس ڈگر پر پڑ گئی اسی کو حرف آخر سمجھ بیٹھی۔۔۔تاریخ خاموش معلم ہے اور باوقار مربی کوئی قوم ماضی سے بے نیاز ہو کر مستقبل کو نہیں سنوار سکتی۔۔۔میوقوم کے تاریخ کوائف عموما سینوں میں محفوظ رہے۔۔۔نسب ناموں کے لیے کبیشر جاگا جو شاہی پرچہ نویسیوں کی طرح اسکے سوانح محفوظ رکھتے ۔۔۔۔جس کے اظہار میں جرات سے کام لینا چاہیے یہ اپنے منصبی فرائض سے اس عمدگی وخوش سلیقگی سے عہدہ برآ ہوئے کی دل سے دعا نکلتی ہے مگر آج کا دور پریس کا ہے کوئی بھی شے پریس سے آزاد ہو کر اشاعت پذیر نہیں ہو سکتی اور میراثیوں کی قوم کا کثر حصہ تقسیم کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے۔۔۔

گزشتہ پچاس سال کے دوران اس قوم کے تاریخی سوانح کئی ایک مصنفوں کے قلم سے مرتب ہو کر شائع ہو چکے ہیں جو مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔۔۔تاریخ میوات مصنف حکیم عبدالشکور صاحب

۲۔۔۔تاریخ میو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصنف چودھری محمد یعقوب خاں قیصریؒ مطبوعہ لاہور

۳۔۔۔میوقوم اور میوات۔۔۔۔۔۔۔مصنف چودھری محمد اشرف خاں ایم اے

٤۔۔۔تاریخ میوچھتری۔۔۔۔۔۔۔۔حکیم عبد الشکورم ۱۹٦۱ مرتبہ حکیم اجمل خاں مطبوعہ دھلی ۱۹٦۸

٥۔۔۔۔۔تاریخ میو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصنف راؤ امرت خاں خوشاب سرگودھا مطبوعہ ۱۹۷٤

مگر پھر بھی اس قوم میں کوئی قومی شعور پیدا نہ ہو سکا اور کسی صالح اور تعمیری انقلاب سے یہ قوم شناسہ نہ ہو سکی۔۔

کیوں؟ شاید اسلیے کہ ان کتب میں زیادہ تر اس کی نسلی وقبائلی اور فکر وعمل کو مہمیز لگا کر خوگرِ سعی و جھد کرتا ہے۔کم از کم میری کوتاہ نظری و بے بصری کے باعث مجھے ان کتب میں نہ مل سکا۔۔۔اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتب تاریخ اس قوم اور اسکے وطن کی سینۂ گیتی پر موجودگی کی علامت ہیں گویا اس کی خارجی کیفیات کی روداد ہیں داخلی کوائف اور قوم و علاقے کی فلاح و بہبود کے دو تارے کو چھیڑا نہیں گیا یا قوم کے افراد نے قابل اعتناء نہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا

بہر حال جتنا اور جیسا مجھ سے بن پڑا وہ پیش خدمت ہے۔۔۔۔

*****

# میوات: جہان دیدہ وشنیدہ

**عمران عاکف خان**

جواہرلعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

یوں تو دنیا میں بہت سے ایسے خطے ہیں جو قابل دید ہیں اور وہاں شائقین و سیاح کثیر رقم خرچ کر کے جاتے ہیں اور اپنی تسکین کا سامان کرتے ہیں۔ دنیا بھر کا ہی ذکر کیوں، ہمارے ملک ہندوستان میں بھی تو ایسے بہت مقامات اور زیارت گاہیں ہیں جن کے دم 'انڈین ٹورزم منسٹری اور کلچر' پھل پھول رہی ہے بلکہ ملک کی امرترین وزارتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہاں وہ اعداد وشمار اور فیگر بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حکومت ہند کی ٹورزم کے ذریعہ سالانہ کتنی آمدنی ہوتی ہے اور اس کے راجسو ]رینیویو[ میں کتنا اضافہ ہوتا ہے کشمیر سے لے کر کنیا کماری اور آسام سے لے کر جے پور تک، اسی طرح کلکتہ سے گوا تک ہندوستان میں ایسے لاکھوں مقامات ہیں جو سیاحوں کی پسند ہیں یا انھیں حکومت ہند نے خصوصی طور پر ترقی دے کر اس قابل بنایا ہے۔ لیکن اسے افسوس کا مقام ہی کہا جائے گا کہ حکومت نے دور دراز یا غیر آباد علاقوں کو تو اس قابل بنا دیا کہ وہاں سیاح آئیں اور سیر سپاٹے کریں مگر اس کی ناک کے نیچے اور اس کے مرکزی شہر دہلی کے دامن میں سخت اندھیرا ہے۔ اس سے ملحقہ بلکہ اسی کا حصہ خطۂ میوات، پہاڑی سلسلوں اور ہر بھرے جنگلوں کی سرزمین میوات میں اس نے کچھ ایسا نہیں کیا کہ وہ زیارت گاہ بن جائے اور سیاحوں کی جنت کہلائی جائے۔ افسوس سے زیادہ یہ حکومت سے شکوہ اور شکایت کی بات ہے۔ یہ اس لیے بھی ہے کہ میوات میرا وطن بھی ہے اور اسی مٹی میں میرے آبا کی ہڈیاں بھی مدفون ہیں۔ اس لیے وطن کی بات کرنا میں اپنا جز ایمان سمجھتا ہوں نیز فریضہ بھی۔ جب میواتِ مولدِ من و مدفن آبائے من کا ذکر چھڑا ہے تو پھر چاہیے کہ چھڑتا ہی چلا چلے۔ تاہم یہ ذکر سفرنامے کی صورت میں ہوگا۔ میوات کے ان علاقوں کا سفر جہاں ہم سے میں سے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی گیا ہی ہوگا، چھوٹا سا تو ہے ہمارا/اپنا میوات۔ مگر دیکھنے والوں نے جو دیکھا ہوگا؛ اس سے کچھ سوا میں نے دیکھا۔ یہ 2017 کے موسم سرما کے ابتدائی دنوں کی بات ہے جب میں پہلی بار بس کے بجائے موٹرسائیکل ]بائیک[ سے روانہ ہوا۔ روانگی جواہرلعل نہرو یونیورسٹی کے مشرقی دروازے سے علی الصباح چھترپور، گوڑگاؤں کے شارٹ کٹ راستے سے بہ جانب سوہنا این ایچ نمبر 8 پر ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا جب میں دن کے وقت وطن جا رہا تھا ورنہ اکثر 'تو' اور 'نائٹ جرنی' ہوتی تھی۔ بس رات 9 بجے سرائے کالے خاں سے چلتی اور تین چار بجے گھر پہنچا دیتی۔ راستے بھر میں کیا گزرا، کہاں سے آئی، کون سا پہاڑی راستہ یا گھاٹی آئی، سوہنا، نوح، بڑکلی فروزپور، تراہا بگڑ کا میو کب گزرے، آئے بھی کہ نہیں، کچھ پتا نہیں چلو، خبر تو اس وقت ہوتی جب کنڈیکٹر جھنجھوڑ کر سواریوں کو جگاتا کہ ''تہارو گام آنے والو ہے؛ تیار ہوجاؤ!'' تو سواریاں ہڑبڑا جاتیں۔ رات کے سناٹے میں بس شور مچاتی، کچے پکے راستوں پر کھچ کھچ کرتی سرپٹ دوڑی ہی جاتی۔ مگر آج تو میں بائک سے جا رہا تھا اور احتیاطی اسپیڈ 60+ تھی۔ جیسے ہی گڑگاؤں پہنچا، میوات روڈ پر واقع فلک بوس، عمدہ طرز تعمیر، رونق صفا، تزئین کاری اور مختلف النوع رنگ و روغن، اسی طرح بگ اسکرین پر آویزاں اشتہاری ہورڈنگس دیکھ کر ایک شخص کی کہی ذات میں آکر رہ گئی ''گوڑگانواں نہ کہو، دُبئی کہو دُبئی۔'' ہاں! ایک بار کو تو ایسا ہی لگا کہ میں دبئی میں ہی ہوں مگر اچانک بائیک کے اگلے پہیے کے نیچے آئے گڑھے کے سبب جب میں گرتے گرتے بچا اور پورا بدن گرنے کے ڈر سے کپکپا گیا تو تصور پر بجلی گری اور پورا نشہ ہرن ہوگیا، نادان! تو ہندوستان میں ہی ہے، وہ بھی گوڑگانواں میں۔'' میں نے تفہیمی اور تسلیمی انداز میں سر ہلایا اور رفتار مزید ہلکی کر دی، مبادا اگلا کوئی گڑھا۔۔۔۔۔۔ دو تین اسپیڈ بریکر اور میوات روڈ کی آخر ریڈ لائٹ پار کر کے میں بادشاہ پور پہنچا اور

پھر سوہنا۔سوہنا سے نکلتے ہی میوات اور میواتی پن کا احساس ہونے لگا جانے کیوں،شاید اپنی مٹیوں کی ہی یہ خاصیت ہوتی ہے یا پھر فطرت نے ہی خاک اور خمیر میں کوئی ایسی مقناطیسی قوت رکھی ہے ۔اسے اقلیدیس،نفسیات،عمرانیات اور ارضیات کے ماہرین سمجھیں،یہ ان کا سردرد ہے۔میوات کی جانب میں جوں جوں بڑھتا جاتا ،اجنبیت تو ں توں زائل ہوتی جاتی ۔ارے گھاسیڑہ آگیا ؛اوہ یہ ہے گھاسیڑہ ، میوات کا پہلا سب سے بڑا گاؤں،آن ہائی وے،تاریخی گاؤں،مہاتما گاندھی کا استقبال کرنے والا گاؤں۔مدرسہ ابی ابن کعب کی پانی کی ٹنکی دور سے ہی نظر آنے لگی جس پر جمعیۃ علما ہند کا پرچم لہرا رہا تھا۔صبح صبح گاؤں کے اڈے اور چوک آباد ہو چکے تھے اور بریانی کی دیگیں لگ چکی تھیں ۔میں نے بائیک روک کر منہ دھویا، بریانی کھائی اور پانی پیتے ہوئے آس پاس بیٹھے کچھ مقامی لوگوں سے گاؤں کی سیاسی،سماجی،دینی،اسلامی،انسانی،کاروباری،صنعتی کئی اقسام کی باتیں پوچھ لیں،جواب بہت عجیب وغریب تھے (وہ تو باتیں بنا رہے تھے مگر میری خوش گمانی ہے کہ میں نے انھیں جواب سمجھا) پھر وہاں سے آگے بڑھا۔ہائی وے ٹوٹ پھوٹ رہا تھا۔شاید تعمیر نو ہو رہی تھی کیوں کہ کناروں پر بلڈوزرس، جے سی بی مشینیں اور دیگر سڑک مرمت کے آلات جگہ جگہ موجود تھے ۔سورج سر پر چڑھ آیا تھا اور اب اس کی کرنیں گرم جیکٹ پر پڑ کر بدن میں چبھ رہی تھیں۔شدت جب بڑھی تو میں نے بائیک ایک کنارے لگائی اور پہلی ہی فرصت میں جیکٹ اتار کر بیگ میں رکھی ۔بائیک سیدھی کی اور اسٹارٹر ] سیلف [ دبا کر پھر اسے اگلی مسافت کے لیے گیئر کی صورت میں ایڑ لگا کر نیز کلچ کی صورت میں لگام ڈھیلی کر کے دوڑنے کا حکم دے دیا۔وہ بس پیٹرول کی بھوکی کسی غلام یا سدھائے ہوئے گھوڑے کی مانند پھر چل پڑی۔کچھ فاصلہ ختم ہوا تو اب نوح کی آمد کے آثار نظر آرہے تھے۔شہر نوح ضلع نوح ماضی کا ضلع میوات۔اب سامنے تھا۔ٹریفک بڑھ گیا تھا۔تاؤڑو۔نوح۔پلول روڈ پر ٹریفک وارڈن آکر ٹریفک کنٹرول کر رہے تھے ۔شہر کے اندر بھی خاصی چہل پہل جاری ہو چکی تھی ۔آس پاس کے گاؤں قصبات کے لوگوں کے کارواں چلے آتے تھے۔میں نے سیدھے راستے سے جانے کے بہ جائے پلول روڈ پر بائیک موڑ لی ۔دیکھوں کہ ادھر کیا ہے اور میوات ادھر کیسی ہے۔یا شاید میں رستہ بھول گیا تھا۔مگر اطمینان یہ تھا کہ ہوں تو میوات میں ہی، چلتا رہوں گا، جانا پہچانا راستہ تو ملے گا ہی کہیں، مزید میوات گھومنے کا موقع بھی۔نوح بائی پاس نکلتے ہی بائیک ہوا سے باتیں کر رہی تھی اور موسم کی گرم وسرد ہوا کا امتزاج، پورے وجود کو فرحتیں بخش رہا تھا۔سڑک کے دونوں جانب سفیدوں کے لمبے لمبے درخت لہلہا تے ہوئے اور ان سے آگے کھیتوں میں دھان پک رہے تھے،ان کی خوشبو جدا۔ہریالی اور سماں ایسا تھا جیسے میں ہنگاموں سے کہیں دور نکل آیا ہوں ۔تقریباً پندرہ منٹ ایسے ہی چلتے رہنے اور پیچھے و سامنے سے آتی جاتی گاڑیوں، میواتی گانے بجاتے ٹریکٹرس، پیدل چلتے کھیتوں کی جانب جاتے کسانوں کو پاس کرتے ہوئے میں آگے بڑھا تو ایک خوب صورت سا موڑ لے کر سڑک ایک قصبہ نما گاؤں کو دو حصوں میں تقسیم میں کرگئی ۔قصبے کی حدود شروع ہوتے ہی کول تار کی سڑک سی سی میں تبدیل ہوگئی۔جس کا مطلب یہ تھا کہ اب میں بائیک کی اسپیڈ کم کر لوں،مزید دو بریکرس نے 'اسپیڈ سوئی کو 65 سے تیزی سے گرا کر 20 پر کر دیا،اس پر مزید یہ کہ قصبے پہلے دوسرے چوراہے پر گھٹنے گھٹنے پانی بھرا ہوا تھا اب تو باضابطہ بائیک رینگنے ہی لگی ،اگر وہاں چیونٹیاں ہوں گی تو وہ بھی ہنستی ہوگی۔دس منٹ کے بعد پھر وہی سیاہ صاف اور ہموار سڑک ، میں اور بائیک،ہم تینوں اور ہماری باتیں ہوا سے تھیں۔دھوپ اَب کچھ تیز ہوگئی تھی مگر اب اس میں خنکی بھی شامل ہوگئی تھی جس سے وہ تکلیف دہ نہیں تھی ۔میں نے ٹائم دیکھنے کے لیے بائیک میں اٹیچڈ گھڑی میں وقت دیکھا تو پونے دس بج رہے تھے ۔یعنی اب مجھے میری منزل تک ایک گھنٹے میں پہنچ جانا چاہیے تھا مگر چوں کہ راستہ نیا تھا اس لیے دو سوا دو گھنٹے کا وقت

میں نے سوچ لیا۔اب میں اٹاوڑ موڑ پر لگے پنہانہ کی جانب نشان کو دیکھ کراسی سمت مڑ رہا تھا۔کچھ دور سے ہی شکراوا،میوات کے یونان و روم کے آثار سائن بورڈس نظر آنے لگے۔شکراوا تاریخ میوات کی ٹکسال ،جمعیۃ اہل حدیث ہریانہ کا ریاستی مرکز،جامعہ سلفیہ بھی یہاں،متعدد اہم اسپتالوں،ٹیکنکل کالجز سمیت آس پاس کے تمام گاؤں کا بازار۔اندر جانے کیسے کیسے لوگ رہتے ہوں گے اور کیسے گھر ہوں گے،خدا جانے ،میں اس لیے نہیں جانتا کہ بائی پاس سے ہی پنہانہ کی جانب نکل گیا۔ جیسے ہی شکراوا سے جانب پنہانہ روانگی ہوئی تو ٹوٹی پھوٹی سڑک نے کس بل ہی نکال دیے۔وہ تو شکر کیجیے کہ 200 سی سی کی موٹر سائیکل ان گڑھوں کو برداشت کرگئی ورنہ ہاتھ پیر سلامت رہنے مشکل ہی نظر آتے تھے۔اسی دوران جب گھبرا کررُکا تو وہیں سے نہار پور گاؤں سے دور شاہ چوکھا کا پہاڑ نظر آرہا تھا جس پر'شاہ چوکھا' کے مزار پر لگی ہری ہری جھنڈیاں اس پورے ماحول کو روحانی اور نورانی بنا رہی تھیں۔اسے دیکھنے کے بعد جب میں دوبارہ چلنے لگا تو تھوڑی دیر چلتے چلتے ایک جگہ تو میں گرتے گرتے ہی بچا،خدا جانے کیا ہوتا،دانت ٹوٹتے کہ حلیہ بگڑتا، اب سنبھل گیا۔بارے پنہانہ پہنچا تو اندورنی بھیڑ دیکھ کر پھر کوئی شارٹ کٹ یا بائی پاس ڈھونڈنے لگا۔قسمت کی یاوری ہی تھی کہ سول اسپتال اوراناج منڈی کے پاس جمال گڑھ روڈ کی صورت میں بائی پاس مل گیا۔ حالاں کہ بھیڑ بھاڑ وہاں بھی تھی مگر بچ بچا کر راستہ مل ہی گیا۔پھر تو کھلی سڑک تھی اور کھیتوں کا سینہ چیر کرتی ہوئی آگے بڑھ ہی تھی کہیں کہیں سیاہ ناگن کی مانند بل بھی کھا رہی تھی جیسے کینچلی اتار کر لمبی نیند سو رہی ہو۔پنہانہ کی حدود ختم ہوتے ہی ایک شارٹ کٹ جرہیڑہ کی جانب جاتا ہے،میں نے بائیک اس جانب موڑ دی۔ایک کلومیٹر کے کچے راستے کے بعد پھر پنہانہ جرہیڑا روڈ آگیا۔حسب امید صاف ستھرا،ہموار و مسطح، مگر اَن ڈیوائڈر،جس پر خطرات وحادثات کا اندیشہ ہر وقت رہتا ہے۔گاڑیاں بہت تیزی سے اس پر سے گزرتیں اور میرا جسم کسی الہڑ نار کی طرح

تھرتھرا کر رہ جاتا۔یا اس ہرن کی مانند جو کسی شکاری کی آواز سن لے۔مگر چوں کہ عزم جواں تھا اور حوصلہ افزوں،اس لیے یہ راستہ بھی منقطع ہوا۔جرہیڑا سے پہلے سنہیڑا چنگی سے راجستھان میوات کی حدود شروع ہوئیں تو سوہنا سے شروع ہونے والا اپنی مٹی اور وطن سے اپنائیت کا احساس، سوا ہوگیا۔جرہیڑا بازار پہلی بار دیکھا تھا۔کاماں تحصیل ضلع بھرت پور کا ایک بڑا بازار۔خود کفیل ] آتم نربھر[ کئی چیزیں یہاں بنتی ہیں اور میوات بھر میں استعمال ہوتی ہیں۔میو بازار ،بنیا بازار،سول اسپتال بازار،کاماں موڑ مارکیٹ،بس اڈا،صرافہ بازار یہاں کے مشہور بازار ہیں۔جرہیڑا میں کوئی بائی پاس نہیں ہے،اس لیے مجھے اندرونی گلیوں سے ہی ہوکر گزرنا پڑا،درمیانی قصبہ بھی بیس منٹ میں پار ہوا۔اب یہاں سے دوراستے تھے مگر میں نے وہ راستہ چنا جواُن دونوں سے مختلف تھا۔کھیتوں کے درمیان کا راستہ۔اجنبی علاقہ اور اجنبی راستے ایسے ہی ہوتے ہیں جو اجنبی کو بھٹکا دیتے ہیں۔لیکن کب تک ،آخر ان کی حدیں بھی ختم ہوئیں اب کی بار میں سیسن سامریل کی سڑک پر آ گیا پھر سامریل کا اڈہ آیا۔یہاں آکر میں کچھ تھک سا گیا تو بائیک روک دی،کیچڑ ے بھرے راستوں نے کم سے موٹر سائیکل کی حالت تو بگاڑ ہی دی تھی لہٰذا وہیں ایک موٹر واشنگ ریمپ پر چڑھا دی۔''کہا کروائے گو!''ہاتھ میں پتلی سی نلی لیے ایک لڑکے نے پوچھا۔''دھواؤں گو بھائی!''''رُک جا ابھی باپ آروئے تھوڑی دیر میں!''اس نے کہا۔''ہوں!اچھی بات اے،اتنے میں بی کچھ کھا پی لوں آس پاس!''میں نے اس سے کہا۔''ہو؛کھڑی کرجا!''اس نے سر ہلا کر کہا۔''دھیان راکھیو بھائی!''میں نے کہا تو اس نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا:''جاہین کوئی نہ چھیڑے گو،اب یو ہماری جمے داری اے!''اور پھر میں پاس کے ایک ہوٹل میں چلا گیا یہاں میں نے ہلکا سا ناشتہ کیا اور پیاس بجھائی۔میرے کھوجی ذہن نے وہاں بیٹھے کچھ بوڑھے لوگوں سے اس علاقے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کردی تو

مجھے ان میں سے ایک زیادہ عمر کے بوڑھے آدمی نے یہاں کی سب سے مشہور روایتی 'پانچ پہاڑ' کی کہانی سنائی جو اس طرح سے تھی: یہ کاماں تحصیل کے گاؤں سومکا کے نزدیک پانچ پہاڑوں کے گاؤں 'ہزاری باس' اور اس کے راجہ 'رائے بھان' اسی طرح اس گاؤں کے کنواں پوجن کی دلچسپ و خوں ریز کہانی ہے۔ وہاں کا راجہ 'رائے بھان' اتنا انصاف پرور تھا کہ اپنے علاقے میں اس نے نہ کبھی انگریزوں کو آنے دیا اور نہ ہی مہاراجہ آف بھرت پور کو ہی برائی کے ارادوں سے وہاں آنے کی اجازت دی۔ ایک بار مہاراجہ اس علاقے کے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے بھاری فوج لے کر آیا تو 'راجہ آف پانچ پہاڑ' نے قلیل تعداد اور معمولی ہتھیاروں کے باوجود اس کا مقابلہ کیا اور مار بھگایا۔ کنواں پوجن کا قصہ یہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کے اونٹ آگرہ سے دہلی جا رہے تھے، ان کی گزرگاہ وہی پانچ پہاڑوں کا راستہ تھا، 'رائے بھان' کو پتا چلا تو اس نے ان اونٹوں پر قبضہ کرلیا اور علاقے کے غریبوں و ناداروں میں تقسیم کر دیا۔ اکبر کو پتا چلا تو اسے بہت غصہ آیا اس نے اپنے دربار میں اعلان کیا کہ کون 'رائے بھان' سے کون لڑے گا تو ایک درباری 'پرہلاد سنگھ' ٹھاکر نے بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ شہنشاہ کی فوج نے 'پرہلاد سنگھ ٹھاکر' کی قیادت میں کوچ کرتے ہوئے پانچ پہاڑوں کے بیچ میں واقع کنوئیں پر پڑاؤ ڈال دیا۔ 'رائے بھان' کو پتا چلا تو اس نے اپنے ہرکاروں کے ذریعے 'پرہلاد سنگھ' سے اس چڑھائی کا مقصد پوچھوایا تو اس نے اونٹوں والی بات کہی، جس کے جواب میں 'رائے بھان' نے کہا: جو تینے مو سو اب کہی، یائے کہتو کالاونٹ کہاں سے پھیردوں، کھاگا، ڈھانڈی، بھاٹ، کرال (جو بات تم نے مجھ سے اب کہی ہے، یہ کل کہنی چاہیے۔ میں اونٹ کیسے واپس کردوں، ان کو تو میراثی، بھاٹ، کرال کھاگئے) یہ سن کر 'پرہلاد سنگھ' کو سخت غصہ آیا اور اس نے گھیرا سخت کر دیا۔ اتفاق سے ان ہی دنوں 'رائے بھان' کے یہاں پوتے کی ولادت ہوئی تو اس بچے کی ماں 'لال زادی' جو پالی گاؤں کے چودھری کی بیٹی تھی، نے کنواں پوجن کی ضد کی، اس کی بات سن کر 'رائے بھان' نے منع کر دیا تو اس نے کہا: میرو سسرو رہے پہاڑ میں، باپ رہے پالیکوؤ پوجوں گی الکھ کو جو میرو نام زاد لالی (میرا سسر رہتا ہے پہاڑ میں، میرا باپ پالی میں رہتا ہے میں الکھ کا کنواں پوجوں گی اگر میرا نام لال زادی ہے) بہو کی یہ ضد سن کر 'رائے بھان' کے ہرکارے، شہنشاہ کی فوج کے پاس گئے اور سپہ سالار سے اپنی ریت کے بارے میں بتایا تو اس نے کنواں پوجن کی اجازت دے دی مگر شرط رکھی کہ کنواں پوجن کرنے آنے والے، ڈھول تاشے بجاتے نہ آئیں۔ جب یہ بات لال زادی کو پتا چلی تو اس کی جٹھانی نے طعنے دیے۔ وہ کھاٹ میں پڑ گئی نہیں، میں تو ڈھول تاشے بجواؤں گی۔ پھر وہ کہنے لگی:

سن ری مانا ڈومنی گیئر گلا میں ڈھول
کوؤ پوجوادے الکھ کو میری دیے جٹھانی بول
سن ری مانا ڈومنی گیئر گلا میں ڈھول
کوؤ پوجوادے الکھ کو تو لو دوں پچ منیاں کھول

(مانا ڈومنی میری بات سن! الکھ کا کنواں پجوا دے، میری جٹھانی طعنے مارتی ہے، تو الکھ کوا کنواں پجوادے میں تجھے پانچ منیوں کا ہار دوں گی) چنانچہ ایسا ہی ہوا اور لڑکے کا پوجن ڈھول تاشوں سے ہونے لگا تو 'پرہلاد سنگھ' نے بغاوت اور مخالفت کے جرم میں جنگ چھیڑ دی جس میں بے شمار پاہٹ قتل ہوئے، ان کی بیواؤں نے ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ دیں۔ یہ کہانی سنا کر بوڑھا خاموش ہوگیا اور میں گہری سوچوں میں ڈوبتا چلا گیا۔ کیا خوب ہے کہ اتنے عرصے بعد آج بھی وہاں ٹوٹی چوڑیاں ملتی ہیں اور نئی نسلوں کو ان کے پروانوں اور بزرگوں کی بہادری، حماقت، عقل مندی، ناعاقبت اندیشی کے قصے سناتی ہیں۔ اتنی دیر میں بائیک رَیڈی ہوگئی تھی۔ لہٰذا میں سلام کر کے وہاں اٹھا اور بائیک لے کر آگے کی اختتامی منزل کی جانب بڑھ گیا۔ بائیک سے زیادہ میرا ذہن دوڑ رہا تھا۔ تھوڑی دیر قبل سنی کہانی کا اثر اب تک ذہن پر تھا۔ معاً میوات کے خزینوں پر بھی نگاہِ تصور دوڑتی اور رہ رہ کر خیال آتا کہ کاش کتنا اچھا ہوتا جو کل میوات بھی ہیری ٹیج بن جاتا اور سیاح یہاں آتے جاتے۔

✱✱✱✱✱

# لاک ڈاؤن کا میوات ایسا تھا

محمد تعریف سلیم ندوی
جامعہ صدیقیہ نوح میوات

میں مانتا ہوں وبا کے دن ہیں
مگر یہ دن بھی خدا کے دن ہیں

### کورونا کا قہر

ووہان (چین) سے موت کی متواتر خبریں آنے لگی، کشتوں کے پشتے لگ گئے، تابوت وکفن بوجھل ہو گئے، لاشوں کا انبار لگ گیا، مشیت خداوندی سے ایک" کورونا" نامی وائرس فضا و ہوا میں حلول کر گیا اور چین کی دیوار سے زغند مار عالمی طاقت ریاستہائے متحدہ امریکہ میں موت کا رقصاں ہوا، ہٹلر کے جرمنی کو جادبوچا، پیزہ کے ملک اٹلی میں اپنا ڈیرا ڈال دیا۔

اب دنیا پر خوف و ہراس کا سایہ چھانے لگا، یک لخت عالمِ انسانیت پر سناٹا طاری ہو گیا، دنیا تھم اور سہم کر رہ گئی، اقوامِ عالم پر اضطراری حالت کا نفاذ کر دیا گیا۔ یقیناً آنے والی نسلوں کو اس حالت کا تصور بھی محال ہو گا۔

### لاک ڈاون کا اثر

(لاک ڈاؤن) ایک ایسا لفظ ہے جہاں ویرانی کا دبیز سایہ، خاموشی کا طویل پہرا، خوف و ہراس کے بے انتہا ڈیرے اور خدائی قہر کے ہر سو نظارے ہی نظر آتے ہیں۔ مسلمانانِ عالم اس ساعت سکتہ میں آ گئے جب طوافِ کعبہ کے موقوف ہونے اور حریمین شریفین میں نمازوں پر پابندی عائد ہونے کی اندوہناک اطلاع موصول ہونے لگی اور طائفین و عاکفین سے خالی صحنِ کعبہ کی تصویر جذبات کو جھنجھوڑنے والی سوشل میڈیا پر گردش کرنے لگی، مشرقی وسطی تا یوروپی یونین، امریکہ سے آسٹریلیا تک وحشت و دہشت کا پہرا پڑ گیا، حتی کہ 22 مارچ 2020 کو ملکِ عزیز ہندوستان میں بھی رضا کارانہ جنتا کرفیو کا اعلانِ عام کیا گیا، اور اور اس کے اگلے روز ہی باضابطہ طور پر ملکی سطح پر تمام تر سرگرمیوں پر بندش کا قفل جڑ دیا گیا، سخت انتظامات اور احتیاطی تدابیر و ہدایات جاری کر دی گئی، اس عالمی وبا کی تشخیص کے آثار میں کھانسی کا آنا، دم کا گھٹنا بتایا گیا۔

### مرض کی تشخیص

مرض کو متعدی و مہلک ثابت کرا اجتماع و اختلاط سے کلی پرہیز حتی المقدور مصافحہ تک کو ممنوع قرار دیا گیا، بر سبیل احتیاطی تدبیر ہاتھوں کو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے دھلنے اور سینیٹائز کرنے کی ہدایت دی گئی، حتی کہ اس مرض کا علاج ممکن ہو اور ویکسین دریافت کی جا سکے، جو کہ اب تک نہیں ہوئی۔

### نقل و حرکت پر پابندی

فضائی پرواز و زمینی سفر معطل و منقطع قرار پایا۔ پولس کی چوکسی ایسی تھی کہ صرف نوح سے سوہنا (بیس کلومیٹر) تک چار سے پانچ جگہ پولس کی چوکی ہوتی جو ہر مزاحمت کو تیار رہتی تھی۔ حالانکہ یہ فیصلہ ملک کے کمزور و مزدور طبقے کے لئے بھیانک اور نہایت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ سینکڑوں مزدور جاں بحق ہو گئے اور حکومت تماشہ بین بنی رہی، مزدور طبقہ جن کی اکثریت یوپی، بہار سے تھی پیادہ پا ہی اپنے اہل و عیال کے ہمراہ گھر لوٹنے لگے، ان کے لئے ملک بھر کی شاہراہوں پر سامانِ خورد و نوش کا انتظام کیا گیا، اور اس کارِ خیر میں مسلمانوں کی ہی دریا دلی کا منظر ملک نے دیکھا اور میوات نے بھی ریواسن کے KMP سے گزرتے ہوئے راہگیروں کا بھرپور خیال رکھا اور اپنی جود و سخاوت کا دلی مظاہرہ کیا۔

### تبلیغی جماعت کی آزمائش

لاک ڈاؤن کے ایک ہفتہ بعد 29 مارچ کو ملک کے نادان و بے عقل میڈیا گھروں نے مرکز نظام الدین اور تبلیغی جماعت پر کورونا وائرس کے پھیلانے کا ٹھیکرا پھوڑ دیا، شب و روز تبلیغی احباب کو ہی کورونا وائرس کا اصل ذمہ دار ٹھہرانے پر تل گئے، یہ کھیل تماشہ تقریباً ایک ماہ چلا اور ملک بھر کے تبلیغی احباب کو تلاش کر قرینطینہ (مشکوک شخص کو چودہ روز کے لئے اطباء کی نگرانی میں الگ تھلگ رکھنے کا عمل) کر دیا گیا۔ مزید برآں یہ کہ حضرت جی مولانا سعد صاحب مدظلہ کی گرفتاری کا مطالبہ اور ان پر بے سرو پا الزامات کی بوچھار

کا تانتا لگا دیا لیکن یاس و ناامیدی کے سوا میڈیا کو کچھ نہ ملا، حضرت جی کی گرفتاری کی آہٹ و سگبگاہٹ نے اہل میوات کو پریشان کیا۔ یہی طریقہ میوات میں بھی آزمایا گیا، چونکہ میوات جماعت کا گڑھ ہے لہذا حکومت نے صاف کیا کہ تمام جماعتیں سرکاری مقامات ضلع میں منتقل کی جائیں، لہذا انہیں سالاہیڑی گرل کالج، پالٹیکنک کالج مالب اور شمس الدین اسکول پلہ اور سرکاری اسکول فیروز پور نمک میں ٹھہرایا گیا، 1 اپریل سے چودہ دن کو قرینطینہ ہوئی، لیکن پھر اسے بڑھا کر اٹھائیس روز کر دیا گیا، اس کے بعد خصوصی اجازت نامہ سے بیس رمضان تک تمام ملکی جماعات کو ان کے وطن واپس پہنچا دیا گیا۔

### اب بیرونی جماعت رہ گئی تھیں

لاک ڈاون کے ان لاک ہونے کے بعد وہ بھی دو چند کے سوا لوٹ چکی ہیں. یہاں میوات میں انتظامیہ سے اچھے ربط وضبط کی بناء پر کوئی جماعت جیل نہیں گئی ورنہ دیگر صوبوں میں بلکہ ہریانہ میں دوسرے ضلعوں میں بھی ان بندگانِ خدا کو پابندِ سلاسل کیا گیا. تاہم عدالت سے یہاں بھی ایک ہزار روپیہ کا جرمانہ بھر کر ضمانت ضرور لی گئی اور یہی ضمانت کی کاپی، ملک بھر میں پھنسی جماعتوں کے لیے نسخہء عافیت اور دلیل وحجت قرار پایا۔

قابلِ ذکر ہے کہ میوات کے صدر مفتی حضرت مفتی زاہد حسین صاحب قاسمی کی جی توڑ محنت ہی تبلیغی احباب پر صرف ہو رہی تھی۔ حکیم و خبیر ربِّ کورونا کا فیصلہ تھا، سب کی تفحیصی کارروائی اور متعینہ مدت کے ایک عرصہ بعد بعافیت ان سب کو وطن رخصت کر دیا گیا۔ مساجد و منادر اور دوسرے معابد ہر کنجیاں کس دی گئیں۔ تاہم مساجد میں تین سے چار ماہ بعد سماجی فاصلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے پانچ لوگوں کو جماعت قائم کرنے کی اجازت ومنظوری دی گئی۔ البتہ میوات میں مساجد حسبِ معمول آباد رہی، شاہد کرہ ارض کا یہی ایک خطہ تھا جہاں پنج وقتہ نماز کورونا کے دور میں بھی باجماعت مساجد میں ادا کی جا رہی تھی، شروع میں لاک ڈاون کی حد درجہ سختی، اندیشوں اور خدشات سے ہلکا سا اثر دکھائی دیا۔ پورے رمضان مساجد میں نمازِ تراویح ادا کی گئی، کچھ مساجد سے ائمہ کرام کو فارغ کرنے کی کی خبریں بھی موصول ہوئی. (حالانکہ ملک بھر میں مساجد بند کر دی گئی تھی) اور عید کی نماز اپنے گاؤں کی جامع مسجد میں یا اپنی ہی مسجد میں ادا کی گئی، چونکہ عید گاہیں انتظامیہ کی نظرِ بد کی شکار تھی وہاں پہرے بٹھا دئے گئے تھے۔ اسی وجہ سے مفتی صادق منصور اٹاوڑی کا پولس کے ذریعے زد وکوب کئے جانے کا معاملہ سلگتا رہا اور پھر خاطی افسران کی معطلی پر کچھ ٹھنڈا ہوا، مولانا مبارک آلی اور مولانا صابر قاسمی اس کاز میں پیش پیش رہے۔

### ہندوستان دوسرے نمبر پر

پے در پے ہونے والے لاک ڈاون نے کونجیں کاٹ کر رکھ دی، مصائب و مشاکل کا یہ سلسلہ دراز ہی ہوتا گیا اور ملک میں متاثرین کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا لاک ڈاون کے وقت متاثرین کا شمار 400 کیا گیا اور بروز عید یہ عدد 138845 کو جست لگا ہندوستان دس متاثر ملکوں میں شامل ہوگیا۔ ان میں 4021 لقمہء اجل بن گئے اور 57721 صحتیابی سے ہمکنار ہوئے۔ پہلا لاک ڈاون 22 مارچ تا 14 اپریل، دوسرا مرحلہ 3 مئی تک، البتہ تین مئی کے بعد لاک ڈاون میں کچھ نرمی وتخفیف برتی جا رہی ہے اور پھر تیسرا وقفہ 17 مئی اور اب اگلا دورانیہ ان لاک کا جاری ہے، حالانکہ کورونا متاثرین میں ہندوستان دوسرے مقام پر ہے، جن کی تعداد چھیالیس لاکھ کو عبور کر گئی ہے۔ جس میں اب صرف اسکول، کالج اور مدارس بند ہیں باقی تمام معاملاتِ حیات اپنی پیشتر حالت پر لوٹ آئے ہیں۔

### وزیر اعلیٰ منوہر لعل کھٹر

لیکن میوات میں مکاتب کی تعلیم زوروں پر رہی اور چند مدارس بھی کھلے رہے، جن میں سرِ فہرست میوات کی قدیم وعظیم دینی درس گا مدرسہ معین الاِسلام مفتی زاہد حسین صاحب قاسمی کی جرأت و ہمت سے آباد ہے. لاک ڈاون میں ڈی سی نوح نے وزیر اعلیٰ منوہر لعل کھٹر سے علمائے

میوات کی ویڈیو کانفرنس کرائی جس میں جس جرات و ہمت سے مفتی صاحب نے جماعت کا موقف رکھا وہ اکابر کی یاد دلاتا ہے، ویڈیو کانفرنس میں خطیب میوات مولانا حکیم الدین اشرف اٹاوڑی اور مولانا یحییٰ صاحب ترواڑہ صدر جمعیت علماء متحدہ چنڈی گڑھ و پنجاب بھی شریک تھے.

ملک کے متعصب و متشدد وزراء اعلی نے کورونا کو تبلیغی جماعت کے سرمڑھ دیا لیکن ہریانہ کے وزیر اعلیٰ منوہر لعل کھٹر نے اپنی مثبت فکرو خیال کا ثبوت پیش کیا اور ایک گونہ جماعت کا دفاع کرتے ہوئے صحافی کو جواب دیا کہ "تبلیغ والے اچھے لوگ ہوتے ہیں اور تبلیغ میں جانا برا نہیں" یہ بیان اس وقت آیا جب ملک بھر میں تبلیغی جماعت کے خلاف شرارے وانگارے اگلے جارہے تھے اور روز بروز میڈیا کے شرانگیزی سے انہیں کھلا بدنام کیا جارہا تھا اور نفرت کا بازار گرم تھا۔ وزیر اعلیٰ کھٹر کا اپنا ذاتی رویہ میوات کے متعلق مثبت و سنجیدہ ہی نظر آتا ہے اس کی ایک وجہ موصوف کا میوات میں ایک عرصہ تک قیام بتایا جاتا ہے۔

## مفتی زاھد حسین کی جرأت

لگے ہاتھوں یہ بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک روز مفتی صاحب کے پاس مولانا شوکت صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء متحدہ ہریانہ چنڈی گڑھ کا فیروز پور نمک سے فون آیا کہ رات کو پولس جماعت کے احباب سے شناختی کارڈ وصول رہی ہے، مفتی صاحب نے ڈی سی اور ایم ایل اے آفتاب احمد سے گفتگو کرنے کے بعد تفتیشی افسر سے شناختی کارڈ وصولنے سے منع کیا لیکن اس نے اوپری زور کا حیلہ کیا تو مفتی ص نے صبح ان شناختی کارڈز کی کاپی فراہم کرنے کی بات کہ دی لیکن اس نے کہا کہ "سر پولس کے لیے رات یا دن ایک ہے" مفتی صاحب شدید لہجہ اور کرخت آواز میں گویا ہوئے رات چور اور دن شاہ کے لیے ہوتا ہے اور قانون رات میں ایسی کسی بھی کارروائی پر لگام لگاتا ہے، لہٰذا فوراً یہ کارروائی روک دیں ورنہ ایک کال پر میوات جمع کروں گا اور تھانے سمیت زندہ کو سپردِ آتش کرادوں گا" معاملہ کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے ڈی سی نے فوراً اس عملہ کو واپس بلالیا۔

## مخلص خادمین

لاک ڈاون یعنی گھروں کے دروازے، دکانوں کی شٹریں، راستوں کی ناکے سب بند کردئے جائیں، صرف نوح سے سوہنا تک (جو کہ بیس کلومیٹر کا فاصلہ ہے) پانچ جگہ پولس کا پہرہ تھا (نوح چوک، پولس لائن فیروز پور نمک، گھاسیڑھ، بائیکی، رائے پور، سوہنہ بائی پاس) ایسے وقت میں جماعت کی خبر گیری و خیر خواہی میں ایم ایل اے جناب چودھری آفتاب احمد صاحب کی خدمات کو نظر انداز بالکل نہیں کیا جاسکتا، وہیں غرباء و مستحقین تک سامانِ خورد و نوش کی فراہمی میں مفتی سلیم ساکرس کا ثانی نظر نہیں آتا، وہیں دوسری جانب سرکاری کھانا تقسیم کرنے میں مسلسل دو ماہ تک مولانا ارشد عالیاوی کی کدو کاوش اور بے لوث خدمت کا چرچا ہر سو ہوا، حتیٰ کہ جب انہیں ڈی سی آفس گاڑی خرچ وغیرہ دینے کے لیے مدعو کیا گیا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کردیا کہ میں نے دنیوی اجرت کے خاطر اپنا پسینہ نہیں بہایا، مجھے روپیوں کی حاجت نہیں۔ ایسے بندگانِ خدا اس بے نور دنیا کے روشن چراغ اور امید کی قندیلیں ہیں۔

## میوات کی طاقت

درحقیقت میوات کی بود و باش، طرزِ زندگی، معیارِ حیات اس قوم کے اپنے اصولوں پر ہی قائم ہے، اس قوم کا مجموعی طور پر باہم مربوط ہونا اور ایک ہی مقام پر ملکر آباد ہونا ہی اس کی طاقت وقوت کا اصل جوہر ہے، امن و امان، راحت و رحمت اور بے فکری و آزادی کی جو سانسیں میوات کے مسلمان لیتے ہیں وہ ملک بھر میں کم مسلمانوں کا حصہ ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

*****

# ہاں میں صحابہؓ کا غلام ہوں۔۔۔!

**نازش ہما قاسمی**

جی صحابہؓ کا غلام، انبیاء کرامؑ کے بعد روئے زمین پر مقدس ترین جماعت کا غلام، ان پر جاں لٹانے والا، ان کی عظمت بیان کرنے والا، ان کو راہنما تسلیم کرنے والا، انہیں رہبر کامل سمجھنے والا، ان کی باتوں پر عمل کرنے والا، ان کی عزت وتوقیر کرنے والا، جو ان کے خلاف بولے اس سے لڑ جانے والا، ان کا منہ نوچنے والا، خواہ وہ ظاہری طور پر طرم خان ہی کیوں نہ ہو، علمی مقام میں کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو؛ لیکن جب وہ صحابہؓ کا نہیں تو کاہے کا بڑا۔ ہاں میں ان ہی صحابہؓ کا غلام ہوں جنہیں اللہ رب العزت نے نجات کا پروانہ عطا کیا ہے۔ جنہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد مذہب اسلام بنا کمی وبیشی کے ہم تک من وعن پہنچا کر احسان عظیم کیا۔ جنہوں نے قیصر وکسریٰ کو تباہ و برباد کیا۔ ان کے غرور کو خاک میں ملایا۔ جن کی حکومت کا دائرہ کار انتہائی وسیع تھا۔ جن کی خلافت ۶۴ لاکھ ۶۵ ہزار مربع میل پر قائم تھی۔ جنہوں نے عراق فتح کیا، مصر و لیبیا فتح کیا، خراسان میں داخل ہوئے، یروشلم فتح کیا، شام فتح کیا، عموریہ، شمشاط، طرطوس، صقلیہ کی حدود میں اسلامی جھنڈے گاڑے، ہندوستان میں بھی ان برگزیدہ ہستیوں کے قدم مبارک پڑے اور اسلام کا پیغام امن آیا۔ ان صحابہؓ کا غلام ہوں جنہوں نے پوری دنیا میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ جنہوں نے حق و باطل کی معرکہ آرائی میں تعداد و وسائل کم ہونے کے باوجود اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے اسلام کا پرچم بلند کیا۔ ہاں میں صحابہؓ کا غلام ہوں وہ اصحاب نبی ﷺ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے، جن کی افضلیت قرآن نے بتائی ہے، جن کی برتریت احادیث سے واضح ہے، جن کے بارے میں قرآن کہیں کہتا ہے" اولٰئک ھم المفلحون" کہیں کہتا ہے" اولٰئک ھم الفائزون" کہیں کہتا ہے" اولٰئک ھم الراشدون" کہیں کہتا ہے" وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" اور کہیں بشارت سناتا ہے" رضی اللہ عنھم ورضوعنہ". ہاں میں ان ہی صحابہ کا غلام ہوں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے" وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو رسول ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کردیا ہے ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے (سورہ حجرات)۔ وہ صحابہ جو کافروں کے لیے سخت اور آپس میں رحم دل تھے۔ (سورہ فتح)۔

ہاں میں صحابہؓ کا غلام ہوں، کون صحابہؓ، وہی صحابہؓ جنہیں نبی ﷺ کی صحبت حاصل ہے۔ جنہوں نے حضور ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا۔ جن کے ایمان کو قرآن نے معیارحق اور کسوٹی قرار دیا،" فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا" (سو اگر اہل کتاب اسی طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے تم ایمان لے آئے تو وہ بھی راہ حق پر لگ جائیں گے)۔ ہاں میں اہل بیت صحابہؓ کا غلام ہوں، مہاجر صحابہؓ کا غلام، انصار صحابہؓ کا غلام، بدری صحابہؓ کا غلام، اُحدی صحابہؓ کا غلام، یرموک کی جنگ لڑنے والے اصحاب نبی ﷺ کا غلام، عرب صحابہؓ کا غلام، غیر عرب صحابہؓ کا غلام، غزوہ حنین میں شریک صحابہؓ کا غلام، عشرہ مبشرہ میں شامل خلیفہ اور یار غار ابوبکر صدیقؓ، خلفیہ دوم فاروق اعظم عمر بن خطابؓ، خلیفہ سوم ذوالنورین عثمان غنیؓ، خلیفہ چہارم فاتح خیبر حضرت علیؓ، طلحہؓ وزبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن وابی قاصؓ، سعد بن زیدؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ کا غلام۔ حضور اقدس ﷺ کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ وحضرت عباسؓ کا غلام، فاتح عرب وعجم، کاتب وحی، بحری بیڑے کے موجد، خال المومنین و امیر المومنین حضرت امیر معاویہؓ کا غلام، مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے والے حسن ابن علیؓ کا غلام اور یزید کی امارت تسلیم نہ کرکے اور باطل کے آگے نہ جھک کر بھوکے پیاسے اپنے بچوں سمیت اپنی جاں کا نذرانہ پیش کرکے اسلام کا جھنڈا بلند کرنے والے حضرت حسین ابن علیؓ کا غلام ہوں۔ حضرات حسنین کریمینؓ کے علاتی بھائی محمد بن حنفیہؒ کا غلام ہوں۔

ہاں میں گورے صحابہؓ کا غلام ہوں، کالے حبشی صحابہؓ کا غلام ہوں۔ مفسر صحابہؓ کا غلام ہوں، مجتہد صحابہؓ کا غلام ہوں، محدث صحابہؓ کا غلام ہوں۔ صحابیاتؓ کا غلام ہوں۔ امہات المومنینؓ کا غلام، مجاہد صحابہؓ وصحابیہؓ کا غلام ہوں۔ انس بن مالکؓ کا غلام، ابوہریرہؓ کا غلام، عمار بن یاسرؓ کا غلام، حضرت سمیہؓ کا غلام، اللہ کی تلوار خالد سیف اللہؓ کا غلام، جی خولہ بنت ازورؓ کا غلام ہوں، زید بن حارث کا غلامؓ، عبداللہ بن عمرؓ کا غلام، نابینا صحابی عبداللہ ابن مکتومؓ کا غلام ہوں۔ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابوعامرؓ کا غلام ہوں۔ دریاؤں میں گھوڑے دوڑانے والے صحابہؓ کا غلام، پہاڑوں پر چلنے والے صحابہؓ کا غلام، صحراء و بیابان عبور کرنے والے صحابہؓ کا غلام، ہاں کم وبیش ایک لاکھ ۲۴/ ہزار صحابہ وصحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا غلام ہوں اور اس غلامی پر مجھے بے انتہا فخر ہے۔ (الحمدللہ)

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ ہم سے لاکھ درجہ بہتر ہیں ہماری کوئی اوقات نہیں ان کے آگے۔ وہ اعلیٰ ہیں، بہتر ہیں، ارفع ہیں، ان کا مقام ومرتبہ ہماری سوچ وفکر سے کافی بلند ہے۔ ہم انہیں عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان

کا احترام ہمارے دلوں میں بستا ہے۔ان کے صادق و عادل ہونے میں ہمیں کوئی شک نہیں، ان کی شان میں گستاخی کرنا ہم گناہ عظیم سمجھتے ہیں اور جو ان کی شان اقدس میں گستاخی کرتا ہے اسے اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں اور علی الاعلان کہتے ہیں جو ہمارے صحابہؓ کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔صحابہؓ کا جو غلام ہے۔ ہمارا وہ امام ہے۔اگر صحابہؓ کی تنقیص کرنے والا، ظاہری طور پر اسلامی حلیے میں ملبوس کوئی فرد خود کو اسلامی علوم وفنون کا ماہر کہتا ہے۔ہم اسے ماہر نہیں جاہل واجہل سمجھتے ہیں۔اگر وہ خود کو محدث کہتا ہے ہم اسے مُحدِث (ناپاک) سمجھتے ہیں۔اگر وہ خود کو خطیب العصر کہتا ہے تو ہم اسے تنقیص صحابہ کے جرم میں ذلیل العصر انسان گردانتے ہیں، ہم غلامان صحابہؓ ایسے لوگوں کو دھتکار دیتے ہیں، انہیں صحابہؓ کی تنقیص کے جرم میں مجرم سمجھتے ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے جو صحابہؓ پر تنقید کرتا ہے، جو ان کی تنقیص کرتا ہے، جو انہیں باغی کہتا ہے، جو انہیں کافر کہتا ہے، جو ان کے ایمان کا محاسبہ کرتا ہے، انہیں اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔صحابہؓ کو تو "کلھم عدول" کا پروانہ حاصل ہے۔ وہ تو بخشے بخشائے ہیں انہیں رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کا پروانہ نجات حاصل ہے؛ لیکن توہین صحابہ کے مجرمین تو دنیا میں رسوا ہو ہی رہے ہیں آخرت میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔

ہاں میں ان ہی صحابہؓ کرام کا غلام ہوں جن کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ" ہم اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے کسی کی محبت میں بھی غلو نہیں کرتے، نہ ہی ان میں سے کسی ایک سے برأت کرتے اور نہ ہی کسی پر تبرّا کرتے ہیں اور ہر اس شخص سے بغض رکھتے ہیں جو ان (صحابہؓ) سے بغض رکھتا ہے اور ان کی برائی کرتا ہے۔۔۔اور ہم ہمیشہ اُن کا ذکر فقط اچھائی، خیر وبھلائی ہی کے ساتھ کرتے ہیں، اُن (صحابہؓ) سے محبت کرنا دین، ایمان اور احسان ہے، اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی ہے". ہاں میں انہی صحابہؓ کا غلام ہوں جنکے بارے میں لمعات التنقیح میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ " صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعظیم اور ان کی مدح سرائی کرنا واجب ہے،" شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ تکملہ فتح الملہم میں لکھتے ہیں کہ" اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرامؑ کے بعد سب سے افضل وبرتر حضرات صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے، کوئی بھی ولی خواہ عبادت وتقوی پرہیزگاری کے کتنے ہی اعلی مقام پر فائز ہو حضرات صحابہ کرامؓ کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔"

ہاں میں ان ہی صحابہؓ کا غلام ہوں جن کے اوصاف کی منظر کشی ایک عالم دین نے یوں کی ہے کہ" ان کو اولئک ھم الراشدون کے ذریعے راہ راست پر ہونے کی سند دی گئی ہے، کبھی ان کو رضی اللہ عنھم ورضوعنہ کے ذریعے اپنی رضامندی اور پسندیدگی سے نوازا گیا، تو کبھی ان کو لھم مغفرۃ واجر عظیم کا مژدہ سنایا گیا، اور کبھی اشداء علی الکفار رحماء بینھم سے ان کے دینی مزاج وافتاد طبع کا تذکرہ کیا گیا ہے، تو کبھی " تراھم رکعا سجدا سے ان کی عبادت وریاضت کو سراہا گیا ہے، اور کبھی والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم۔الی قولہ اولئک ھم المفلحون" سے ان کے جذبۂ ایثار وسخاوت، کمزوروں سے الفت ومحبت اور اخروی فلاح کو بیان کیا گیا ہے، تو کبھی لیغیظ بھم الکفار کے ذریعے ان سے بغض وعداوت رکھنے والے کی جبلت فاسدہ وکاسدہ، فطرت خبیثہ وخسیسہ کو اجاگر کیا ہے، کبھی ان کو خیر امۃ یا امۃ وسط کے لقب سے نوازا گیا ہے، تو کبھی وکلا وعد اللہ الحسنی کے ذریعے تمام مہاجرین وانصار سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، کبھی الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی سے ان کے اصطفا اور انتخاب کا اعلان کیا، تو کبھی یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ کے ذریعے نبی اور ان کے اصحاب کو محشر کی ذلت ورسوائی سے حفاظت کا پروانہ عطا کیا گیا ہے۔" (عظمت صحابہ: ص ۳۴)

ہاں میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا غلام ہوں جن کے واسطے سے دین ہم تک پہنچا ہے، جنہوں نے کمال امانت داری سے من وعن دین کو ہم تک پہنچایا ہے، جو لوگ ان پر شک کریں گے تو ان کا دین ہی مشکوک ہو جائے گا، جو لوگ ان کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں وہ صرف ان کی توہین ہی نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ کتاب اللہ کو جھٹلاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت پر انگلی اٹھاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں ہم تو یہ سوچ رہے ہیں کہ آخر وہ کس منہ سے حضور ﷺ اور ان کی مقدس وبرگزیدہ جماعت کا سامنا کریں گے جو ان کو دنیا میں برا بھلا کہہ کر خود کو محقق و مجتہد کہلوانا چاہتے ہیں، خطیب العصر والمغرب بننا چاہتے ہیں ایسے خطیبوں اور ان کے حواریوں کو بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑا کر توبہ کرنی چاہیے، روزِ محشر کی رسوائیوں سے ڈرنا چاہیے۔اللہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت ہمارے دلوں میں پیوست کردے، جو لوگ ان کے بارے میں زبان طعن دراز کرتے ہیں ان کو ہدایت عطا فرمائے۔آمین۔

نوٹ: اصحاب نبی ﷺ کی تعریف اور ان کے روشن کارناموں کو اس مضمون میں سمانا مشکل تھا اور اسلام کے لئے ان کی خدمات عالیہ کو کما حقہ بیان کرنا مجھ ناتواں کے بس میں کہاں۔ یہ مضمون فقط اس امید میں لکھا گیا ہے کہ بروز محشر میرا نام بھی رسول اکرم ﷺ کے جاں نثاروں کا دفاع کرنے والوں میں آجائے۔۔۔!

# تذکرہ قطب الاقطاب

## حضرت میاں راج شاہ سوندھ

محمد اوصاف الحسن قاسمی

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کی حمد وثناء کے بعد

احقر بارگاہِ ایزدگی میں سجدہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ جیسی ناچیز کو میوات کی گُم نام و بے نام، نامور، شخصیت دادا راج شاہ کی حیات و خدمات" کےعنوان پر انگشت دست چلانے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

مجھے جس مقام یا جن نفوس قدسیہ کا ذکر کرنا ہے ان کا تعلق میوات کے معروف شہر تاوڑو قریہ سوندھ سے ہیں۔

اس مالک خالق ارض وسماء کی نظر میوات کے گاؤں سوندھ میں مولوی عبدالسمیع عرف سمیع خان کے گھر میں میاں راج خاں پر پڑی۔

**تاریخ ولادت:** (1216ھ مطابق 1799 عیسوی) میں یہ ہلال مبارک تمام ہندوستان میں بدر کامل ہوکر چمکا، آپ کا تعلق میؤ قوم کے مشہور قبیلے (گوت) ڈھنگل سے ہے جو بنسی سری مہاراج راجہ رام چندر سے جاملتا ہے۔عرفان ویقین سے پر گھرانے میں میاں راج شاہ نے پرورش پائی پڑھنے لکھنے کے وسائل مفقود ہونے کے باعث آپ ظاہری تعلیم سے آراستہ نہ ہوسکے مگر باطنی قوت اور نور ایمانی سے ہر دقیق مسلہ کو حل فرمادیتے تھے۔

منشی عصمت اللہ خان صاحب خادم حضرت فرد وقت فرماتے ہیں ایک شخص مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک اور ایک باریک اور غیر معروف مسلہ دریافت کیا مولانا ممدوح نے ارشادفرمایا تم ٹھہرو جمعہ کے دن میاں راج شاہ صاحب اپنے وطن میوات سے تشریف لائیں گے اسکا جواب وہ دینگیں مولانا محمد اسحاق صاحب نواسۂ شاہ صاحب جو اسوقت تک میاں صاحب کے حالات سے واقف نہ تھے بول اٹھے وہ دیہاتی جاہل کیا جانے اس پر شاہ صاحب نے غصہ ہوکر ادب کی تاکید فرمائی اور کہا تم کیا جانو مولانا محمد اسحاق صاحب نے سائل کو امتحان کرنے کے لئے جمعہ تک ٹھہرائے رکھا جب یوم جمعہ آیا تو مولوی صاحب اس سائل کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے اور سائل سے کہا دیکھو وہ حوض پر میاں صاحب وضو کر رہے ہیں تو چل میں بھی آتا ہوں حضور وضو کر چکے تھے کہ اتنے میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے سائل نے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ بھائی میں جاھل ہوں دیہاتی ان پڑھ ہو مسائل کو کیا جانوں یہ باتیں کسی عالم سے پوچھنی چاہیے مولوی صاحب یہ بات سن کر خاموش ہوگئے حضور مسجد کے اندر تشریف لے چلے اور فرمایا کہ فلاں موقع پر فلاں فلاں صحابی رضی اللہ عنہما نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا حضور نے اس کا یوں جواب ارشاد فرمایا تھا مولانا محمد اسحاق صاحب نے تسلیم کیا اور سکتہ کے عالم میں آگئے۔

**روایت ثانی:** مولانا ناظر حسین سہارنپوری کا بیان ہے کہ ان کے والد اور مولوی سرفراز علی صاحب مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی سے حدیث شریف پڑھتے تھے ایک روز سبق میں آیا کہ جب بندہ میرا خاص ہوجاتا ہے تو میں اس کے کان، زبان ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں اس پر مولوی سرفراز علی نے حجت کی مولانا محدث نے ہر چند سمجھایا مگر قلب مضطر کی تسکین نہ ہوئی پھر کچھ دیر بعد مولانا موصوف نے فرمایا کہ اس کا مطلب میاں راج صاحب صاحب بتلائیں گے ان شاءاللہ وہ تمہیں اس طرح سمجھائینگے کہ تمہیں اطمینان ہوجائے گا مولوی سرفراز علی نے اجازت حاصل کی اور عرض کیا کہ کل سوندھ جاؤں گا صبح کو مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا گئے نہیں ۔؟؟ عرض کیا رات کو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا ہے تم حدیث شریف کا سبق چھوڑ کر نہ آؤ یہ بے ادبی میں شامل ہے میں خود وہاں آجاؤں گا اور سمجھادوں گا حضرت مولانا محدث علیہ الرحمہ کے فرمانے پر مولوی سرفراز علی نے ان کا حلیہ بیان کیا اس عرصے میں مولانا نے سنا کہ حضرت میاں صاحب تشریف لا رہے ہیں اول ہی مولوی سرفراز علی نے دیکھ کر کہا حضرت قبلا وہ بزرگ یہی تھے جن کو میں نے خواب دیکھا تھا میاں صاحب نے مولوی سرفراز علی کا ہاتھ پکڑا اور قریب ایک کھنڈر میں لے جاکر ان کا اطمینان کر دیا جب واپس استاد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چشم پر آب تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے وہ دیکھا اور وہ سنا کہ کبھی

ان آنکھوں سے اور کانوں سے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا۔

مدبر، مستغنی المزاج، متوکل باللہ، صاحب زھد وورع، بکمال منکسر المزاج، مسافر ومہاں نواز، متصف بہ صفات حسنہ یہ نمونہ صالحین سلف تھے،

آخر زمانے میں استغراق کا اس قدر غلو ہو گیا تھا کہ آپ دن و رات مشاھدہ جمال میں محو رہتے، گفتگو کم کرتے اپنے مریدوں کو توجہ قلبی سے طریقہ اذکار اشغال تلقین فرماتے، خود عمل کر کے سمجھاتے ، ذکر اللہ کرنے والوں سے خوش اور نامشرع لوگوں سے ناخوش ہوتے تھے اتباعِ شریعت حصول طریقت کی تعلیم وتاکید فرماتے تھے، فارسی اردو ہندی کے اشعار و ڈوہے معرفت میں ڈوبے ہوئے پڑھتے بار بار زبان مبارک سے فرماتے اللہ فضل کر تجھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں (ملت راج شاہ ص110)

**حالات بچپن:** میاں صاحب بچوں میں کم کھیلا کرتے تھے اور اپنے کاموں سے فارغ ہو کر تنہا بیٹھ جاتے تھے اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے اور ہمیشہ ایک وقت تنہائی کا اس کام کے لئے ضرور نکالتے ، یہ والد کی صحبت کا اثر تھا، مویشی چراتے وقت خاموش کھڑے رہتے اور کھڑے کھڑے کچھ پڑھا کرتے تھے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یہ عمل برابر جاری رہتا، کوئی بولتا یا کچھ سوال کرتا تو اسکا جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے، پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ نے یہ دستور کر لیا تھا کہ رات وقت گاؤں سے باہر کبھی تالاب کے کنارے یا قبرستانوں میں یا کسی پہاڑ کی چٹان پر جہاں دل چاہتا چلے جاتے اور رات بھر ضرب اللہ کی رٹ لگاتے، گانے آواز سے آپ پر ایک کیفیت طاری ہوتی تو اس وقت آپ چادر اوڑھ لیتے اور خاموش بیٹھ جاتے بعض اوقات صبح تک آپ کا جسم کانپتا رہتا اور یہ حالت ہوتی جیسے لرزہ سے بخار آ گیا ہو۔

حیات خان کا بیان ہے کہ میاں صاحب مجھ سے کچھ بڑے تھے اور فقیر کے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے نماز روزہ انہی سے سیکھا اور انہیں کہ مرید ہوئے، موضع دہیر نکا متصل قصبہ ہتھین ضلع نوح میوات میں میاں صاحب کی ننہیال تھی ہر سال مویشی چرانے کے لیے سوندھ سے وہاں جایا کرتے تھے۔

اسی کے متصل کھیڑی ایک موضع ہے جسکی رکھیا میں داتا گلاب شاہ مجذوب مقیم حال تھے گلاب شاہ صاحب بڑے بزرگ فیض و مستجاب الدعوات تھے میاں کو داتا گلاب شاہ سے بہت فیض حاصل ہوا چند ہی ایام میں آپ کو باطنی فیوض سے مالا مال کر دیا کوئی فقیر یا سادھو مولوی جہاں بھی کہیں ہوتا میاں صاحب اس کی خدمت میں حاضر ہوتے سفر کی تکالیف اٹھاتے اور کچھ پروا نہیں کرتے بعض اوقات برس دو برس گھر سے باہر رہتے اور بزرگوں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے ایک دن حضرت سے عرض کیا کہ میاں صاحب آپ کہاں تشریف لے جایا کرتے ہیں ہیں فرمایا مہم شریف میں میرے پیر مولوی اسماعیل صاحب ہیں ان سے ملنے جا رہا کرتا ہوں اور دہلی میں ایک مست دین علی شاہ ہیں، اور کوٹ پوتلی میں ایک مست کلن شاہ ہیں ان سے ملنے کا زیادہ شوق رہتا ہے اور مولانا نور محمد صاحب کملی والے جو مرزا مظہر جان جاناں کے خلیفہ تھے بارہ سال تک دہلی میں ایک کائستھ صاحب کے دروازے کی صحنچی میں پڑے رہتے یہ بھی مجھ پر بہت کرم فرماتے ہیں اور میاں محمد اسماعیل کمہار حصار والے مجھے اور مولوی محمد رمضان صاحب مہمیا ور مولانا عبد القادر صاحب برادر عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ان سے میرا میل ہے یہ سب مردان راہ خدا ہے۔

کوئی چشم حقیقت کھول کر دیکھے تو اے دل
تماشا خاک کے پتلے میں پنہاں ہے خدائی کا

اور بھائی ان کے علاوہ سو دو سو کوس تک بھی جہاں کہیں کسی بزرگ کو سنتا ہوں ان کی خدمت میں پہنچ گیا ہوں۔

**علیکم بمجالستہ العلماء و استماع کلام الحکماء فان اللہ یحیی القلب المیت بنور الحکمت کما یحیی الارض المیتت بمأالمطر**

علماء کے پاس بیٹھنا اور حکیموں کی بات سننا چاہیے یے کیونکہ حق تعالیٰ اس مردہ دلوں کو حکمت کے نور سے اس طرح زندگی بخشتا ہے جیسے غیر آباد اور بنجر زمین کو پانی سے سرسبز وشاداب فرماتا ہے۔

پھر میں نے عرض کیا میاں صاحب آپ نے اس وقت کتنے چلے کئے فرمایا بھائی چلہ کشی تو میں نہیں جانتا ان پڑھ ہوں یہ تو بزرگوں کا کام ہے، البتہ ڈومر والے تالاب کی سل پر بارہ سال تک عشاء سے لے کر صبح تک اللہ

اللہ کی ہے، اور دن کو روزہ رکھنا اور کاشت کاری کا کام کرنا ایسے ہی گرجگا کے تالاب پر جو غیرت پور باس کے پہاڑ میں ہے اور تمہاری کھوڑ بسی کے جھرنوں میں اور فیروز پور جھرکا کے جھرنوں میں عرصہ تک مختلف اوقات میں رات گزاری ہیں۔

جے پور اور الور کی پہاڑیوں میں بہت پھرا ہوں اللہ کا شکر اور احسان ہے ایک دن میاں صاحب سے عرض کیا کہ آپ کو اتنی باتیں کہاں سے یاد ہوتی ہیں.؟؟

فرمایا!! تم کیا جانو جن سے میں نے یہ باتیں سیکھی ہیں، عرض ہوا ایک دو کے نام شمار کرادو فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے وعظوں میں برسوں شریک ہوا ہوں اور آپ کے پیچھے ایک عرصہ تک نماز جمعہ سوندھ سے پیدل چل کر دھلی میں پڑھی ہے (سبحان اللہ) بیسیوں عالموں سے ملا ہوں آگرہ لکھنو میرٹھ کی طرف سیکنڑوں علماؤں سے باتیں سنی ہیں تم کو کس کس کے نام بتاؤں۔

سائل نے دریافت کیا کہ آپ نے گنگا جمنا بھی دیکھی ہے ،فرمایا گنگا جمنا کے کھولوں میں برسوں اللہ اللہ کی ہے، اور رشی گنیش میں بھی گیا ہوں اور بہت سے ہندو فقیروں کو دیکھا ہے عرض کیا آپ ہندوؤں سے کیوں ملے، فرمایا بھائی خدا کو جو سچے دل سے چاہے خدا اس کو ضرور مل جاوے، یاد رکھو کھو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر عمل کرنے سے سب کچھ مل جاتا ہے اس کے باہر کچھ نہیں رکھا خلاف پیمبر کسے رہ گزید کے ہر بمنزل نخواہد رسید

آپ کے ہم عصروں میں جناب سائیں توکل شاہ نقش بندی انبالوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا فضل الرحمن صاحب نقشبندی گنج مرادآبادی، جناب سید ہاں جی وارث علی شاہ صاحب دیوہ، شاہ جی شیر محمد میاں صاحب، مولانا غوث علی شاہ صاحب قلندری پانی پتی، اور محدث کبیر امام جلیل رئیس الاولیا فخر چمن محرم فن نازش وطن حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شاہ ابو سعید صاحب نقشبندی مجددی دھلوی، شاہ عبدالقادر برادر خورد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ محمد اسحاق صاحب نواسۂ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ۔ مولانا قاسم نانوتوی صاحب آپ ہم عصر علماؤں میں ہی نہیں بلکہ میاں صاحب اور آپ کے اچھے خاصے تعلقات تھے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ الدھن میں آپ کے پاس تشریف لائیں حضور نے استدعا کی کچھ واضع فرمائیں جب سے علمائے دہلی کی صحبت ترک ہوئی ہے آواز سننے کا اتفاق نہیں ہوا ہے مولانا فرمایا میں خود زبان مبارک سے سننے آیا تھا پھر دو تین شعر مثنوی کے پڑھے اور مطالب خاص کی بابت اشارہ فرمایا

میاں صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ان کا ترجمہ اور مطلب بھی بیان کرو اس پر اس بحر ذخار علم شریعت نے وہ موجیں دکھلائیں کہ سننے اور جاننے والے ہی کچھ اس کا لطف پا سکے پھر حضور قبلہ نے ان کا ایک مطلب بیان فرمایا وہ عام فہم تھا پھر دوبارہ تقریر کی اس کو صرف مولانا نے سمجھا سہ بار جو کچھ بیان کیا وہ ایسے مطالب عجیب و غریب تھے کہ روح مولانا وجد میں آگئی اور تیسرا کوئی نہ سمجھ سکا ان بیانات سے مجلس کے قلوب پر ایک ایسا اثر پڑا کہ سب مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور ارشاد فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ میں اپنی مراد کو پہنچا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہ تمام اصحاب آپ کے ہم عصروں میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان تمام بزرگوں سے جا کر ملے اور آپ نے ان تمام جلیل القدر بزرگوں سے فیض باطنی حاصل کیا اور آپ خاص کر شاہ صاحب کے وعظوں میں برسوں شریک ہوئے ہیں !! اللہ ربّ العزت ان تمام بزرگان دین اور آپ کے پیروکاروں پر رحمتیں کاملہ نازل فرمائیں۔

فہرست خلفائے حضرت میاں راج شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ سجادہ نشین سوندھ، حاجی حیدر شاہ صاحب خلف اصغر، غازی الدین شاہ صاحب قصبہ سوہنہ ضلع گڑگاؤں، بانئ دار العلوم دیوبند حضرت حاجی عابد حسین دیوبندی سہارنپوری رحمہ اللہ۔ سوانح دار العلوم دیوبند لکھا ہے کہ حاجی عابد حسین دیوبندی رحمہ اللہ نفس کشی اور مجاہدہ نفس ایک سالک کو تصوف و احسان کی معراج عطا کر دیتا ہے حضرت حاجی صاحب رح اپنے وقت کے ایک بڑے صوفی اور راہ سلوک کے ایک عظیم سالک تھے۔ (بقیہ صفحہ 40 پر)

# مفتی اعظم میوات

# مولانا مفتی رشید احمد قاسمی

**مولانازبیراحمدمفتاحی**

امام وخطیب جامع مسجد باؤلہ

علاقہ میوات کی مشہور ومعروف شخصیت غیر محتاجِ تعارف مفتی اعظم میوات حضرت مفتی رشید احمد قاسمی نوراللہ مرقدہ کی فرقت اور جدائگی ہر خاص وعام کے لئے باعثِ رنج والم بن گئ ہر کس ناکس کرب وحزن کی کیفیت سے دوچار ہوگیا حضرت مفتی رشید احمد قاسمی نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی بے شمار خوبیوں کی حامل اور بے مثال صفات وکمالات کی جامع تھی مفتی رشید احمد قاسمی کی ولادت 1357ھ میں ہوئی مفتی صاحب کا وطن موضع مالپوری ڈاک خانہ روپڑاکا تحصیل ہتھین ضلع پلول صوبہ ہریانہ۔ اولاً یہ کہ حق تعالی شانہ نے موصوف کے اندر بچپن ہی سے کریمانہ برتاؤ شریفانہ جزبہ طاعاتِ خداوندی اور عبادات پر استقامت کے ساتھ اہل اللہ سے محبت اور تعلق کا ایسا ذوق اور شوق عطا فرمایا جسکی مثال نایاب نہی تو کامیاب ضرور رہے۔آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم قرآن پاک اردو دینیات فارسی اور عربی درسیات ہدایۃ النحو اور منیۃ المصلی وغیرہ تک والد صاحب سے اپنے گاؤں مالپوری کی مسجد میں حاصل کی اسی کے ساتھ درجہ چہارم تک ہندی حساب جغرافیہ وغیرہ کی تعلیم اپنے بڑے گاؤں روپڑاکا کے سرکاری اسکول میں حاصل کی۔اس کے بعد آپ نے علم حاصل کرنے کے لئے گھر کو خیرآباد کہا اور مفتاح العلوم جلال آباد میں 1373ھ میں داخلہ لیا آپنے ابتدائ سال میں کافیہ قدوری مرقات وغیرہ کی جماعت میں شمولیت کی اسی سال آپکو حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا۔ چنانچہ ابتدائی سال میں مرقات ترجمہ قرآن پاک کا سبق حضرت والا سے پڑھیں اس کے بعد بالترتیب شرح وقایہ، ہدایہ، مشکوۃ اور دورہ حدیث کے بعض اسباق حضرت والا سے پڑھے مفتاح العلوم میں دورہ حدیث شریف سے پہلے منطق فلسفہ اور ادب وغیرہ جملہ فنون کی تمام اہم کتابیں پڑھیں آپ کو مفتاح العلوم جلال آباد میں 1379 میں دورہ حدیث شریف پڑھا اور مدرسہ کے سالانہ جلسے میں دستار بندی ہوئی۔

علاقہ میوات میں فقہی مسائل کے دریافت کرنے کے لیے اکثر حضرت والا سے رجوع کرتے تھے اس لیے ضرورت ہوئی کہ افتاء کی تکمیل کی جائے اس زمانے میں مفتاح العلوم جلال آباد میں شعبہ افتاء کے طلبہ کے لئے تمرین کا نظم نہیں تھا اس لیے افتاء کی غرض سے 1380ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اس زمانے میں وہاں افتاء میں دارالعلوم کے فارغین ہی کو لیا جاتا تھا اس لئے 1380ھ میں دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف پڑھا لیکن مفتی خوش قسمتی کہ اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند کے قدیم اساتذہ اکرام حیات ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی مسلم شریف حضرت علامہ ابراہیم بلیاوی سے پڑھی حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مولانا بشیر احمد صاحب اور دوسرے اساتذہ کرام سے دورہ حدیث شریف کے دوسرے اسباق پڑھے اور مفتی صاحب نے بفضلہ تعالیٰ حدیث میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوئے اور خصوصی انعام سے نوازے گئے۔

دارالعلوم دیوبند میں 1380ھ دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد دارالافتاء میں داخلہ لیا 1381ھ و 1382ھ دوسال تک مفتی اعظم حضرت مفتی مہدی حسن صاحب شاہجہاں پوری قدس سرہ سے افتاء کی مشق کی اور آداب افتاء کی کتابیں پڑھی، حضرت مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہ سے حضرت والا نے ابتدا سے لیکر دارالعلوم دیوبند کے داخلہ تک حضرت مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہ سے پڑھا آپ کی خدمت میں خادمانہ حیثیت سے رہنے کی سعدت حاصل رہی، فقہ کی بعض اہم کتابیں نیز دورہ حدیث شریف کے اسباق میں بخاری شریف اور ترمذی شریف بھی

مفتی صاحب سے پڑھی۔

للاہیت وفنائیت تواضع اور عاجزی انسانیت کا سب سے بلند ترین جوہر ہے جس پر بےشمار اخلاقی کمالات متفرع ہوتے ہیں جیسا کہ عجب کبر خود پسندی خدرائ نفسانی رذائل میں سب سے بدتر رذیلہ ہیں جسکو صوفیائے کرام ام الامراض سے تعبیر کرتے ہیں حق تعالی شانہ نے ہمارے حضرت والا کو عاجزی وانکساری للاہیت وفنائیت کے جوھرِ انسانیت سے حصہ عطا فرمایا تھا کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ انتم بنوادم وادم من تراب حقیقت یہ ہے کہ آپ اخلاق حمیدہ سے مجلّی اور اوصافِ حسنہ سے آرستہ ہونے کے ساتھ نہایت نظافت پسند اور انتہائ سادا مزاج تھے علاقہ میوات میں آپ جہاں تھانوی سلسلہ کے امام تھے تو وہیں آپ فقہ اور تالیف وتصنیف میں اپنی مثال آپ تھے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل حضرت کا خاص مشن تھا تو وہیں تصنیف وتالیف موصوف کا اہم مشغلہ تھا متعدد اہم کتابیں حضرت نے دینِ اسلام کی نشرواشاعت کے خاطر تصنیف کی ہیں تو وہیں حضرت نے ہند اور بیرونِ ہندتر کی افریقہ انگلینڈ کا صعوبت اور مشقت سے لبریز طویل سفر کر کے دینِ اسلام کی اشاعت وخدمت کی ہے ہمارے حضرت والا کی ساری زندگی قوم کی تربیت اور اصلاح میں گزری ہے آپ نے یومِ جمعہ میں وفات پائی... شبِ جمعہ اور یومِ جمعہ کے متعلق احادیثِ نبویّہ میں وفات کی خاص فضیلت واردہوئ ہے جیسا کہ امام ترمذی ابواب الجنائز باب ماجاء فی من یموت یوم الجمعہ میں روایت نقل فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن مسلم یموت یوم الجمعۃ اولیلۃ الجمعۃ الاوقعہ اللہ فتنۃ القبر . ترمذی شریف. جومسلمان یوم جمعہ یاشبِ جمعہ میں وفات پاتا ہے وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہتا ہے اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ فضیلت اور سعادت ہمارے حضرت والا کونصیب فرمائ جسکی تمنا اور آرزو ہر مؤمن کے دل ودماغ میں ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالی ہمارے حضرت کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اپنے وسیع تر رحمت کے سایئے میں جگہ عنایت فرمائے اپنی رضائے کامل سے مالامال فرمائے نیز جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ''موت اسکی ہے زمانہ کرے جسکا افسوس'' یوں تو دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے... چاندنی افسردہ گل بےنور اور نغمہ اداس ۔۔۔ اے تیرے جانے سے نامعلوم کیا کیا ہوگیا.. حشر تک نام تیرا یاد کرے گی دنیا... تیری خدمات پر سدا ناز کرے گی دنیا۔

*****

**بقیہ:** تذکرہ قطب الاقطاب حضرت میاں راج شاہ سوندھ

آپ نے اس راہ کی معراج حاصل کرنے کے لئے چلہ کشی بھی کی ہے حضرت میاں راج خاں صاحب سوندھوی کے پاس سے واپسی کے بعد آپ نے چلہ کشی کی پھر تو آپ کی کیفیت قابل رشک ہوگی تمام مخلوق خدا آپ کی طرف متوجہ ہوگی اور آپ سے پے در پے کرامتیں ظاھر ہونے لگی اللہ کا شکر ہے کہ یہ میوقوم کا فیض ہے۔

(میر محمد تقی تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی)

## تاریخ وفات میاں راج شاہ صاحب

8 رمضان المبارک تیرہ سو چھ سال ہجرت سے گزر چکے تھے میاں صاحب اس جہاں نے فانی کوچ فرما گئے تھے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

**ماخذ:** ملت راج شاہ، تذکرۃ العابدین، سوانح دار العلوم دیوبند، تذکرۃ صوفیاء میوات، میوقوم اور میوات (ضمیمہ)

*****

''**پیام میوات**'' کا پہلا شمارہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے، امید ہے کہ یہ رسالہ قارئین کی کسوٹی پر مکمل اترے گا۔

آپ کو یہ شمارہ کیسا لگا ہمیں بذریعہ میل آگاہ کریں۔ (ادارہ)

payamememewat@gmail.com

## خبر نامہ:

# لاک ڈاؤن اور میوات

کورونا وبائی بیماری نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا یہاں تک کہ اس سال حج بیت اللہ بھی عام انسانوں کے لئے بند کردیا گیا اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے ملک کے وزیر اعظم نریندر مودی نے بائیس مارچ دو ہزار بیس کو جنتا کرفیو نافذ کیا، اسکے ایک روز بعد تیئیس کی شام کو ملک میں لاک ڈاؤن کا فیصلہ کردیا گیا چوبیس مارچ سے ملک میں مکمل طور پر لاک ڈاؤن لگایا گیا اس کے بعد سبھی لوگ گھروں میں قید ہوکر رہ گئے بس کچھ لوگوں کو ہی باہر نکلنے کی اجازت دی گئی جبکہ کورونا وبائی بیماری کی وجہ سے لاک ڈاؤن کیا گیا لیکن افسوس یہ رہا کہ اس کورونا کا ٹھیکرا ملک کی مشینری، یا پھر یوں کہیں کہ میڈیا نے تبلیغی مرکز نظام الدین پر اور مولانا سعد کاندھلوی پر کورونا بم پھوڑ دیا گیا پورا ملک اچانک بے چین ہوگیا زندگی کی رفتار سمجھو جیسے تھم گئی لوگ اپنے گھروں سے باہر نکلنے کو ترس گئے سبھی مزدوروں کو کمپنیوں سے نکال دیا گیا ٹرینیں، بسیں، سبھی گاڑیوں کے پہیے تھم گئے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جانے لگے اور ان کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، اس وقت اکیس روز کے لئے یہ اعلان کیا گیا تھا اور لوگ رشتے داریوں میں جانے کے لئے بھی ترس گئے تھے اس دوران اگر کوئی شخص غلطی سے ضروری کام گھر سے نکلتا تھا تو پولس کی بربریت کی انتہاء ہوتی تھی وہیں تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو اندرون ملک یا بیرون ملک کے ساتھی ہوں سبھی کو کورونا ٹیسٹ کے بہانے اسپتالوں میں داخل کرایا گیا اور پھر انکو 14 دن کے قرنطینہ ( کورنٹائن ) کردیا گیا بہر حال حالات بگڑتے گئے مسجدوں سے نمازی غائب ہوگئے بلکہ نمازیوں کو پولس کے خوف کی وجہ سے گھروں میں نماز کے لئے مجبور کردیا گیا، ایسے موقع پر میوات کے علماء کرام نے ہمت کی اور آگے بڑھ کر بذات خود کورونا ٹیسٹ کرانے اسپتال پہنچے وہیں مدرسہ معین الاسلام نوح کے صدر مفتی محمد زاہد قاسمی، نوح کے ممبر چودھری آفتاب احمد نے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کی ہر طرح سے مدد کی، اسی لاک ڈاؤن میں محمد مبارک میواتی آلی میو صحافی ہونے کے باعث عوام اور سرکاری افسران کے بیچ رہے۔ اسی اثناء میں مفتی منصور پٹائی معاملہ سامنے آیا۔

# مفتی منصور مار پیٹ معاملے میں علمائے میوات کی سخت مذمت

( مبارک میواتی آلی میو ) میوات کے نوجوان عالم دین مفتی منصور صادق اٹاوڑ کی کو ڈیوٹی مجسٹریٹ نریندر ڈھل کے ذریعہ مار پیٹ معاملے میں میوات کے علمائے کرام میں سخت غصہ ہے گذشتہ کل نریندر ڈھل کو ہریانہ سرکار نے انکو چھ ماہ کے لیے معطل کردیا ہے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے صدر مولانا یحی کریمی مولانا حکیم الدین اشرف اٹاوڑی مولانا جمال الدین اونچا گاؤں بلب گڑھ، مولانا صابر اٹاوڑ مولانا اسلم معینی، قاری سلیم الدین اٹاوڑ مولانا تعریف ندوی نوح میوات لیٹیسٹ گروپ کے سربراہ ارشد گھاسیڑہ مولانا انوار ماپوری مولانا صابر مظاہری ساکرس قاری عاصم بڈیڈوی وغیرہ نے مفتی منصور سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا بی ڈی پی او نریندر ڈھل کے ذریعہ سے مار پیٹنا یہ سراسر غلط ہے مفتی صاحب پر ظلم و بربریت کے کرنا یہ انکی گندی ذہنیت کا نتیجہ ہے جمعیت علماء ہند کے سبھی ارکان نے سخت الفاظ میں مذمت کی ہے اور ان خاطی افسران کے خلاف مقدمہ درج کرنے کی مانگ کی ہے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے صدر مولانا یحی کریمی نے کہا ہم اس کرونا وائرس بیماری کے موسم میں حکومت کے ساتھ ہیں اور لاک ڈاؤن کا پورا خیال کر رہے ہیں لیکن اگر کوئی ضروری کام سے گھر سے باہر جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس طریقے سے ظلم کرنا ناانصافی ہے جو سراسر غلط ہے۔

# جمعیت علماء میوات کی جانب سے غریبوں کے لئے امداد کا سلسلہ جاری

ہتھین پلول میوات ( مبارک میواتی آلی میو ) جمعیت علماء ہند کے ایماء پر جمعیت میوات کی جانب غرباء میں راشن کٹ تقسیم

کرنے کا سلسلہ ہنوز جاری ہے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے صدر حضرت مولانا یحی کریمی کی سربراہی میں مولانا صابر مظاہری ساکرس نے غریب مسکین بے سہارا یتیم، بیوہ عورتوں وغریب لوگوں میں راشن تقسیم کیا جارہا ہے جمعیت علماء ہند ہمیشہ غریب عوام کے ساتھ بلا تفریق مذہب وملت انکے ساتھ کھڑی ہوئی ہے آج میوات میں بھی بے سہاراو کرونا وائرس سے متاثرین لاک ڈاؤن میں پھنسے لوگوں کی مدد کرنے کا سلسلہ جاری ہے مولانا صابر مظاہری ساکرس نے بتایا کہ ہم مولانا یحی کریمی کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ضرورتمند لوگوں کو جب تک یہ لاک ڈاؤن چلیگا ہم انکی مدد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑینگے ہم نے ضرورت کی اشیاء پر مشتمل سامان تیل، صابن، نمک، مرچ، دال، چینی، سبھی مسالے، آٹا، وغیرہ پر مشتمل گھریلو سبھی سامان تقسیم کررہے ہیں مولانا صابر مظاہری ساکرس نے غریب مسکین بے سہارا لوگوں میں راشن تقسیم کرنے کے لئے پیکٹ میں بند کر کے رکھ دیا ہے وہیں جمعیت علماء میوات کے جنرل سکریٹری مفتی محمد سلیم قاسمی ساکرس نے اپنی ٹیم کے ساتھ پورے لاک ڈاؤن میں دہلی فساد متاثرین کے ساتھ ساتھ میوات میں بھی غریب بے سہارا لوگوں میں راشن کٹ تقسیم کی تھی، وہیں میوات جمعیت علماء کے صدر قاری اسلم بڈیڈوی، قاری عاصم بڈیڈ، مولانا صابر مظاہری ساکرس، قاری زکریا امام نگر، ماسٹر قاسم صاحب مہوں، نے مولانا یحییٰ کریمی صدر جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے حکم پر دن رات ایک کر کے غریب عوام بے سہارا لوگوں میں راشن کٹ تقسیم کرنے کا سلسلہ آخر تک جاری رکھا، وہیں مفتی سلیم قاسمی بنارسی صدر جمعیت علماء گروگرام اور انکی ٹیم نے کروڑوں روپے کا سامان غریب، بے سہارا لوگوں میں تقسیم کر کے ایک مثال قائم کی تھی، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے سرپرست مولانا خالد قاسمی، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے جنرل سکریٹری مولانا شوکت، ومولانا نسیم قاسمی ننگلی، نے اپنی ٹیموں کے ساتھ لاک ڈاؤن میں مستحقین کے لئے راشن تقسیم کیا، جبکہ میوات کی سیاسی، سماجی، ومذہبی شخصیات نے لوگوں میں خوب راشن تقسیم کیا تھا، آر ٹی آئی منچ کے سربراہ راج الدین جنگ، اور انکی اہلیہ سبیلہ جنگ، نے اپنی ٹیم کے ساتھ اہم کردار ادا کیا۔

## سرزمین میوات کی دوشخصیتوں کے انتقال پر علماء میوات میں غم کی لہر

موت ایک کڑوی حقیقت ہے جب انسان کا رزق پورا ہوجاتا ہے تو وہ انسان اس دار فانی سے دار بقاء کی جانب کوچ کرجاتا ہے۔ حضرت الحاج ماسٹر محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سہسونہ (سیسونہ) خلیفہ ومجاز فدائے ملت امیر الھند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کی وفات کی خبر (بذریعہ مفتی رفیق احمد صاحب مانڈی کھیڑہ) پڑھ کر نہایت غم وافسوس ہوا کہ کل ھی میوات کی ایک عظیم شخصیت جناب قاری محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوڑاکا کی جدائی کا صدمہ دور بھی نھیں ہوا تھا کہ اچانک پھر ایک غم واندوہ کی خبر سننے کو ملی۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ لوک ڈاؤن کی وجہ سے ہم آخری دیدار سے بھی محروم رہے اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے محترم قارئین؟ ماسٹر محمد یونس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات پہلی مرتبہ 1993ء کے اوائل میں جامعہ سبحانیہ فیروزپور جھرکہ میں ھوئی جب احقر کا اس دینی درسگاہ میں تدریسی خدمات کیلئے تقرر ہوا تھا۔ ماسٹر جی مرحوم ایک ایسی ھردل عزیز شخصیت کے مالک تھے کہ جو جماعت تبلیغ اور جمعیۃ علماء ہند میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے وہ پوری زندگی جماعت اور جمعیۃ سے عملی طور پر نہ صرف وابستہ رہے بلکہ ہردو جماعتوں کے ساتھ انکا تعلق ایسا والہانہ اور عقیدت مندانہ تھا کہ وہ انکے خلاف کوئی بات سُننا گوارہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ میں 1998ء میں جمعیۃ علماء ھند سے عملی طور پر منسلک ھوا الحمدللہ اس وقت سے لیکر آج تک مجھے اپنے اکابرین کو بہت قریب سے دیکھنے، ساتھ رہنے اور ان سے استفادہ کا شرف حاصل رہا ہے۔ چاہے وہ جمعیۃ علماء کے علم بردار اور

اکابرین جمعیۃ کے سچے وفادار حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب بڈیڈوی نور اللہ مرقدہ ھوں یا ماسٹر محمد یونس صاحب سہسونہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ ہو۔ میں عقیدت مندی سے زیادہ حقیقت پسندی کا مزاج رکھتا ہوں مجھے یہ کہنے میں ذرہ برابر کوئی جھجھک اور لومۃ لائم کا خوف نہیں ہے کہ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب بڈیڈوی اور ماسٹر محمد یونس صاحب نور اللہ مرقدہما وہ لوگ ہیں جنہوں نے جمعیۃ کے نام پر ڈنڈے کھائے ہیں لوگوں کے الزامات اور طعنے برداشت کئے ہیں مگر یہ لوگ اپنے اکابر کے مشن سے ٹس سے مس ہونے کو تیار نہیں ہوئے اور تادمِ حیات پوری تندہی اور مستقل مزاجی کے ساتھ کام کرتے رہے

دنیا نے اپنے آپ کو بدلا گھڑی گھڑی

یہ اہل دل ہیں کہ جہاں تھے وہیں رہے

یوں تو ھمارے بہت سارے اکابرین ہیں جنہوں نے جمعیۃ اور جماعت کے لئے وہ گرانقدر خدمات انجام دی ہیں جن کو رہتی دنیا تک نہ صرف یاد رکھا جائیگا بلکہ تاریخ کے سنہرے اوراق میں لکھا بھی جائیگا انشاء اللہ العزیز۔ یہ تاریخ لکھنے اور طویل گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے ماسٹر جی مرحوم کی وفات سے میرے دل میں پچاس سال پرانے تاریخی واقعات وحقائق موجزن ہیں جنکی طرف ھلکا سا اشارہ کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ھم کو اپنے اکابرین کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ بہر حال ماسٹر جی مرحوم ایک اچھے اور سچے انسان تھے جو ھمارے درمیان سے رخصت ہو گئے دعاء ہیکہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر علیین میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

## تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو انکے گھر بھیجنے کے لئے مفتی زاہد قاسمی نوح، ممبر اسمبلی آفتاب احمد کی وزیر اعلیٰ سے فون پر بات، جماعت کے لوگوں کو گھر بھیجنے کا فیصلہ کیا

ہریانہ اسمبلی میں ڈپٹی اپوزیشن لیڈر چودھری آفتاب احمد نے بدھ کے روز ایک بار پھر وزیر اعلی سے فون پر بات کی اور مطالبہ کیا کہ ریاست ہریانہ میں ملک بھر کی جماعت کے لوگوں کو ان کے گھروں کو بحفاظت بھیجا جائے جس پر وزیر اعلی منوہر لال کھٹر نے ایم ایل اے آفتاب احمد کو یقین دلایا کہ ملک کے تمام افراد جو ہریانہ میں جماعت کے پاس آئے تھے اور اپنا قرنطینہ کا وقت مکمل کر چکے ہیں حکومت کو چاہئے کہ انہیں انکے گھر بھیجا جائے اس پر سی ایل پی کے نائب رہنما آفتاب احمد نے وزیر اعلی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ ہم جماعت کے لوگوں کو ان کے گھر بھیجنے کی ذمہ داری جلد نبھائیں گے۔ جماعت کے لوگوں کو گھر بھیجنے کے عمل پر آفتاب احمد نے سی ایم کے فورا بعد وجے وردھن آئی اے ایس سے بات کی کہ جماعت کو انکے گھر جلد بھیجا جائے دوسری طرف آفتاب احمد نے کسانوں کا مطالبہ کرتے ہوئے وزیر اعلی منوہر لال کھٹر سے کہا کہ ان کی فصل کی خریداری ابھی تک ادا نہیں کی گئی ہے اور علاقے کے بہت سے کسانوں نے ایم ایل اے آفتاب احمد سے اپیل کی ہے کہ لاک ڈاؤن میں رقم کی کمی ہے لہذا حکومت سے بات کریں وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر نے اس مطالبے پر ایم ایل اے آفتاب احمد کو یقین دلایا کہ کسان کی ادائیگی جلد ہی مکمل ہوجائے گی نوح کے ممبر اسمبلی چودھری آفتاب احمد نے جماعت کسانوں اور لوک ڈاؤن سے متعلق متعدد مسائل پر وزیر اعلی منوہر لال کھٹر سے بار بار بات چیت کی ہے وزیر اعلی منوہر لال کھٹر اور آفتاب احمد متعدد معاملات میں مثبت رہے ہیں چودھری آفتاب احمد نے کہا پلول میوات میں جتنے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں نے قرنطینہ کا وقت مکمل کر لیا ہے انکو بہت جلد انکے گھر بھیج دیا جائیگا جس ہریانہ کے وزیر اعلیٰ نے مہر ثبت کر دی ہے میوات سے کل ہی ان جماعتوں کے ساتھیوں کو روانہ کر دیا جائے گا۔

## ممبر اسمبلی آفتاب احمد اور مفتی زاہد قاسمی کی محنت سے جماعتوں کی روانگی کا سلسلہ جاری

ہریانہ اسمبلی میں ڈپٹی اپوزیشن لیڈر سابق ریاستی وزیر چودھری

آفتاب احمد اور مدرسہ معین الاسلام نوح کے شیخ الحدیث مفتی محمد زاہد قاسمی کی محنت وہریانہ حکومت کے حکم پر ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے تبلیغی جماعت کے ساتھیوں کو قرنطینہ کا وقت مکمل کرنے کے بعد ہیلتھ کے ٹیسٹ کرانے وسبھی کاغذی کاروائی کے بعد جماعتوں کو بسوں کے ذریعہ سے روانگی کا عمل دوروز سے مسلسل جاری ہے ملک کے دوسرے حصوں میں یوپی، بہار، جھارکھنڈ، مہاراشٹر، تمل ناڈو، چنئی، تلنگانہ، راجستھان، سمیت ملک کے مختلف حصوں میں بھیجنا شروع کردیا ہے سب سے پہلے ممبر اسمبلی آفتاب احمد نے ڈپٹی کمشنر میوات سے پاس بنواکر، وکرونا ٹیسٹ کراوا کر وضروری کاغذات کی کارروائی کے بعد انکو انکے گھروں کے لئے روانہ کیا گیا اس سے پہلے مفتی زاہد اور آفتاب احمد نے ہریانہ کے وزیر اعلیٰ منوہر لال کھٹر سے کئی مرتبہ جماعت کے سلسلے میں بات کی تھی وزیر اعلی نے اعلی افسران کو ہدایت جاری کی تھی اور آفتاب احمد کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ جلد ہی جماعت کے ساتھیوں کو انکے گھر پہنچایا جائے گا تین روز سے مسلسل جماعتوں کا جانا شروع ہے وہیں تبلیغی جماعت کے ساتھیوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم مفتی محمد زاہد قاسمی، چودھری آفتاب احمد، وسبھی افسران کا جنہوں نے ہماری ہر طرح سے مدد کی ہے۔

## میوات کے بھائی چارے پر کبھی آنچ نہیں آنے دیں گے: آفتاب احمد

ہریانہ اسمبلی میں ڈپٹی اپوزیشن لیڈر و کانگریس قانون ساز پارٹی کے نائب رہنما چودھری آفتاب احمد کی رہائش گاہ نوح میوات میں ایک ہنگامی میٹنگ منعقد کی گئی جس میں ضلع میوات کی تینوں ممبر اسمبلیوں نے میوات سے متعلق متعدد امور پر تبادلہ خیال کیا اس میٹنگ میں بنیادی طور پر نوح کے ایم ایل اے چودھری آفتاب احمد، پنہانہ کے ایم ایل اے چودھری محمد الیاس فیروز پور جھرکہ کے ایم ایل اے چودھری مامن خان انجینئر، پی سی ممبر مہتاب احمد نے شرکت کی آفتاب احمد نے بتایا کہ ان تینوں اراکین اسمبلی نے کچھ شرارتی عناصر کے ذریعہ میوات کے بھائی چارے کو خراب کرنے کی کوششوں اور اخبارات کے ذریعہ غلط بیانی کرنے پر کارروائی کرنے کی مانگ کی ہے کانگریس قانون ساز پارٹی کے نائب رہنما چودھری آفتاب احمد نے اس دوران ٹیلیفون کے ذریعے وزیر اعلی منوہر لال کھٹر سے بات کی اور کہا کہ میوات میں اخوت باہمی ہم آہنگی بہت اچھی اور مضبوط ہے یہاں مذہب کے نام پر کوئی امتیازی سلوک نہیں نہ کبھی ہوگا آفتاب احمد نے وزیر اعلی کو بتایا کہ کچھ شرپسند عناصر آپس میں بھائی چارہ کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں وہ مقدمات کو ایک اور رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں تینوں ایم ایل اے میں سے آفتاب احمد نے سی ایم منوہر لال کو بتایا کہ کچھ لوگ اخبارات کے توسط سے غلط خبر لکھ کر بھی غلط کوشش کررہے ہیں جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا وزیر اعلیٰ نے یقین دلایا کہ غلط خبریں یا غلط کوششوں کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا اور جو بھی صحیح ہے وہی ہوگا اس دوران تینوں اراکین اسمبلی نے کسانوں کے مسائل کورونا الوداع جمعہ عید سے متعلق معاملات پر بھی کھل کر بات کی تینوں ایم ایل اے نے کسانوں کی فصل کی خریداری کو جلدی سے مکمل کرنے فوری طور پر ادائیگی کرنے اور فوری حل پر زور دینے کی بات کی آفتاب احمد سمیت تینوں ایم ایل اے نے کہا کہ مزدوروں کو فوری طور پر راشن اور کھانا مہیا کیا جانا چاہئے اور حکومت انہیں مالی مدد فراہم کرے۔ ڈپٹی اپوزیشن لیڈر آفتاب احمد نے کہا کہ میوات کے عوام نے کورونا سے مل جل کر جنگ لڑی ہے اور آگے بھی جاری رہیگی جو ایک کامیاب جنگ ثابت ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس لاک ڈاؤن کو مکمل طور پر پیروی کرنا ہے سی ایل پی کے نائب رہنما آفتاب احمد نے کہا کہ الوداعی جمعہ اور عید کے موقع پر عید کی نماز پڑھنے کی چھوٹ دی جائے مامن خان انجینئر اور چودھری الیاس نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

# شیخ الحدیث مفتی سعید پالنپوری کے انتقال پر میوات کے علماء میں غم کی لہر

ایشیاء کی عظیم دینی تعلیمی درسگاہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری بتاریخ 19 مئی مطابق 25 رمضان المبارک، بروز منگل اللہ کو پیارے ہوگئے یہ خبر تمام لوگوں کے کانوں پر آسمانی بجلی بن کر گری لیکن مرضی الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے ہر مؤمن کا فریضہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے صدر حضرت مولانا یحیٰ کریمی، دار العلوم محمدیہ میل کھیڑلا کے شیخ الحدیث و مہتمم مولانا راشد قاسمی، مدرسہ اشرف العلوم داؤد پور الور کے مہتمم مولانا امجد قاسمی، مدرسہ معدن العلوم جھمراوٹ کے استاد مولانا حسن، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے سابق صدر مولانا خالد قاسمی، مدرسہ دار العلوم سعادت القرآن بڈیڈ کے مہتمم قاری راشد بڈیڈ، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے نائب صدر مولانا حکیم الدین اشرف اٹاوڑی، مدرسہ معین الاسلام نوح کے شیخ الحدیث مفتی زاہد قاسمی، مدرسہ عین العلوم صدیقیہ نوح کے مہتمم مفتی تعریف سلیم ندوی، مولانا ارشد عالیاوی، میوات لیٹیسٹ گروپ کے سبھی ممبران، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے نائب صدر مولانا زاہد امینی گھاسیڑہ، مولانا انوار ماپوری، دار العلوم مہتابیہ نگینہ کے ناظم تعلیمات مولانا عمران، مہتابیہ کے سینئر استاد مفتی حسین قاسمی اندھولہ، مدرسہ معین الاسلام نوح کے استاد مفتی ابراہیم قاسمی، جمعیت علماء متحدہ گوڑ گانواں کے صدر قاری اسلم بڈیڈ، قاری عاصم بڈیڈ، مدرسہ مخزن العلوم اونچا گاؤں بلب گڑھ کے مہتمم مولانا جمال الدین، جمعیت علماء حلقہ آلی میؤ کے صدر مولانا اسلم معینی، مولانا یوسف حیدر حسنی آلی میؤ، دار العلوم عبدیہ ہتھین کے مہتمم قاری ہاشم، مولانا داؤد ستپڑہ کاماں، مدرسہ افضل العلوم عیدگاہ روڈ مہوں کے مہتمم ماسٹر قاسم، مدرسہ افضل العلوم کے سینئر استاد قاری زکریا امام نگر، مولانا سلمان مفتاحی آلی میؤ، سماجی کارکن مولانا صابر مظاہری، قاری سلیم الدین اشرف اٹاوڑی، مولانا صابر قاسمی اٹاوڑ، مدرسہ فیض العلوم مالب کے استاد حافظ عبدالکریم، مدرسہ حسینیہ مانڈی کھیڑہ کے مہتمم مفتی رفیق مانڈی کھیڑہ، مفتی مبین قاسمی گھٹواسن لیکچرار انگلش اراولی پبلک اسکول فروز پور جھرکہ، قاری مبین اگوانپور فرید آباد، مدرسہ محمدیہ لکڑ پور کے مہتمم مولانا عبدالستار ربانی، جمعیت علماء گوڑ گانواں کے صدر مفتی محمد سلیم قاسمی، مولانا آصف سوڑاکا، مولانا توفیق پھونسیتہ، مولانا ساجد قاسمی، قاری رفیق روپڑاکا، مولانا خالد اسحاق اٹاوڑی، مدرسہ ابی بن کعب گھاسیڑہ کے مہتمم مولانا شیر محمد گھاسیڑہ، وغیرہ نے حضرت شیخ الحدیث کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث کی وفات سے پورا عرب وعجم سوگوار ہے حضرت شیخ الحدیث کی وفات علمی دنیا کا ناقابلِ تلافی خسارہ ہے جس کا پُر ہونا اس عصر قحط الرجال میں انتہائی دشوار امر نظر آتا ہے پھر بھی ذات باری تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے لئے حضرت کا بدل عطاء فرمائے اور علوم و معارف اور قرآن وحدیث کا یہ سمندر پہلے ہی کی طرح جاری وساری رہے اللہ تعالیٰ حضرت کے اہل خانہ اور متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

شیخ الحدیث وصدر المدرسین مفتی سعید پالنپوری کا انتقال ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خسارہ ہے جس کو پورا کرنا ناممکن نظر آتا ہے میوات میں مفتی سعید صاحب کے ہزاروں علماء کرام شاگرد ہیں جب انہوں نے آپکے انتقال کی خبر سنی تو انکے ہوش باختہ رہ گئے علماء کے ساتھ ساتھ عوام میں بھی بے چینی واضطرابی کی کیفیت طاری ہوگئی آج جگہ جگہ مفتی صاحب کے لئے ایصال ثواب کا سلسلہ جاری رہا جمعیت علماء گوڑ گانواں کے صدر مفتی محمد سلیم قاسمی بنارسی، جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے صدر حضرت مولانا یحیٰ کریمی، قاری محمد راشد بڈیڈ، مولانا حکیم الدین اشرف اٹاوڑی، میوات لیٹیسٹ گروپ کے سبھی ممبران نے قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا مولانا حمزہ شیر محمد گھاسیڑہ نے گروپ میں پاروں کی تقسیم کر کے سبھی ممبران نے کسی نے ایک پارہ کسی نے دو پارے پڑھ کر ایصال ثواب کیا پورے خطہ میوات میں بڑا گہرا دکھ پہنچا ہے سبھی نے کہا مفتی صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ مولانا سلمان مظاہری کا انتقال بھی میوات کے علماء کرام کے لئے ایک بڑا سانحہ تھا۔

# میوات کی عظیم شخصیت مولانا شمس الدین سلفی گلالتہ کی وفات سے میوات میں غم کی لہر

جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے فعال وسرگرم کارکن حضرت مولانا شمس الدین صاحب سلفی رحمتہ اللہ علیہ میوات کے ایک قادر الکلام مقرر اور بے باک خطیب تھے نہایت ملنسار اور خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے مذکورہ خیالات کا اظہار میوات کے علماء کرام نے مولانا مرحوم کی وفات پر پیش کئے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے نائب صدر مولانا حکیم الدین اشرف اٹاوڑی نے کہا میری کئی بار ان سے ملاقات ہوئی بہت ہی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے انکا انداز تکلم نہایت شستہ اور شعلہ نوا ہوتا تھا مہمان نوازی میں نمایاں تھے جمعیت علماء متحدہ پنجاب کے سرگرم کارکن مولانا عمر مفتاحی آلی میو امام وخطیب جامع مسجد گلالتہ، مرکز صوت الحجاز فروز پور جھرکہ کے ناظم تعلیمات مولانا حکیم الدین سنابلی، ہریانہ وقف بورڈ کے ویلفیئر آفیسر مبارک مدنی، قاری زکریا امام نگر استاد مدرسہ افضل العلوم عیدگاہ روڈ مہوں، سماجی کارکن حضرت مولانا توفیق احمد پھونسیتہ، قاری رفیق احمد روپڑا کا امام وخطیب نورانی مسجد ساپنکی، پروفیسر ڈاکٹر محمد ضیاء الحق ہنسی، سماجی کارکن زبیر فتح علیگ جھانڈا، میوات لیٹیسٹ گروپ، میواتی تہذیب وثقافت گروپ کے سبھی ممبران نے کہا مولانا مرحوم کے اندر قوم کی ہمدردی انکے رگ وریشہ میں رچی بسی تھی۔

# گاؤں آلی میو کی ڈھائی سال کی لاپتہ بچی کو بہین پولیس نے چند گھنٹوں کے اندر ڈھونڈ نکالا گاؤں کے معزز لوگوں نے پولیس کو پگڑی باندھ کر اعزاز سے نوازا

پلول میوات : ہتھین اسمبلی کے تحت آنے والے گاؤں کی ڈھائی سالہ لڑکی عائشہ گذشتہ شام اپنے کنبے کے ساتھ کپاس توڑنے جنگل گئی اور وہاں سے اچانک لاپتہ ہوگئی ڈھائی سالہ بچی عائشہ کے چچا عارف نے بہین تھانے میں شکایت درج کروائی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے لاپتہ بچی کی تلاش شروع کر دی۔ اور ایک رات گزرنے کے بعد عائشہ کو پولیس نے بازیافت کر کے اپنے کنبہ کے افراد کے حوالے کر دیا۔ رتن دیپ بالی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہتھین نے بتایا کہ پیر کی شام متاثر عارف ساکن آلی میو نے بہین تھانے میں شکایت درج کروائی کہ اس کا کنبہ روئی توڑنے کے لئے کھیت میں آیا تھا۔ اس کی بھتیجی عائشہ بھی کھیت میں ساتھ آئی تھی۔ جو کھیتوں میں کھڑا ٹریکٹر کے قریب کھیلنے لگی جب گھر والوں نے عائشہ کو دوپہر کے وقت ٹریکٹر کے پاس دیکھا تو لڑکی وہاں سے غائب تھی کافی دیر تلاش کرنے کے بعد بھی جب بچی کا پتہ نہ چل سکا تو عارف نے بہین تھانے کی پولیس کو شکایت دی۔ پولیس نے معاملہ درج کر کے لڑکی کی تلاش شروع کر دی، مکمل تلاشی کے بعد لڑکی عائشہ کو آلی میو گاؤں کے کھیتوں سے ہی برآمد کیا گیا، پولیس نے لڑکی عائشہ کو اس کے اہل خانہ کے حوالے کر دیا۔ گاؤں آلی میو کے معزز لوگ آج تھانہ پولیس اسٹیشن پہنچے اور اظہار تشکر کیا ڈی ایس پی ہتھین رتن دیپ بالی اور ایس ایچ او درگا پرساد نے کہا پولیس کا یہ اہم کام تھا کہ اسے لاپتہ ہونے والے بچے کے بارے میں اطلاع ملتے ہی اسے ترجیحی بنیادوں پر تلاش کرنا شروع کر دیا اور پولیس نے اس میں کامیابی حاصل کی، پولیس نے لاپتہ بچی کو اس کے اہل خانہ کے حوالے کر دیا، گاؤں آلی میو کے معزز لوگوں نے تھانہ انچارج درگا پرساد اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہتھین رتندیپ بالی کا پگڑی باندھ کر استقبال کیا ہے، ڈی ایس پی رتندیپ بالی اور ایس ایچ او درگا پرساد کو پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔ درگا پرساد نے کہا کہ یہ ہمارا فرض تھا جو ہماری پولیس نے سرانجام دیا ہے۔ وہیں لڑکی کے ملنے سے اہل خانہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا، شکر اللہ سرپنچ آلی میو، دین محمد ٹھیکیدار آلی میو، شیر محمد پردھان آلی میو نے پولس محکمہ کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کی ہیں۔

✶✶✶✶✶

# دُخترِ میوات

(میواتی مثنوی)

حیدر میواتی ندوی

میں ہوں اِک میواتی نَاری
میں اپنی رُوداد سُناری
پیدا ہوئی رحمت کو موسم
بابا خوش، مائیخوش خُرَّم
گھر میں دیکھو برکت آئی
نو کہہ وے ہا بابا مائی
کچھ دن گز را ڈولن لگ گی
تُتلا کے کچھ بُولن لگ گی
تھوڑ و سو جب ہوش سنبھالو
دیکھن لگ گی جنگل بھالو
گھر میں ماں کو ہاتھ بٹاتی
چھوٹو، موٹو کام کراتی
بھائی تو اسکول میں جاتو
مو ہے بابا نو سمجھاتو
پڑھنو لکھنو عیب ہے بیٹی
تو کو کام ہی زیب ہے بیٹی
مٹکا بھر بھر پانی لاتی
گے لے میرے مائی جاتی
موسو جے غلطی ہو جاتی
میری ماں مو ہے سمجھاتی
دل کی صاف میں بھولی بھالی
صورت سو بھی نا ہی کالی
یہ بچپن کا کام ہا میرا
ایسا صبح و شام ہا میرا
میں جب پندرہ سال کی ہوگی
اُونچ نیچ ہے سمجھن لگ گی
جب بیٹی سیانی ہو جاوے
چین سو بابا سونا پاوے
بابا ہے اِک فکر ستاوے
لڑکا ڈھونڈ و نیک نہ پاوے
بابا رُووے، مائی رُووے
بیٹی کو رشتو نا ہووے
اِک دن اِک مولانا آیو
وا کو اپنو حال سنایو
لڑکا والو شرط لگاوے
بیٹی تیری جب سُکھ پاوے
دَھن دولت کو منھ ہے پھاڑے
گاڑی، لاکھن نقدی لاوے
چھورو میرو ہیرا جیسو
لاکھن میں نا مل سے ایسو
بارہ ہوگی، بی اے کررو
فوج، پولس میں فارم بھررو
بیٹی جے تو ہین بیاہو
زیور جانٹو خوب چڑھایو
سُن کے یو سَاری سچائی
مولانا کی آنکھ بھر آئی
بیٹی اللہ کی ہے نعمت
بیٹی سو نا کر یو نفرت
کہوے ہے یوں ہی قرآن
میرا نبی کو ہے فرمان
بیٹا کو تعلیم دِلاوے
بیٹی ہے کیں جاہل راکھے؟
بیٹی پڑھ گی، گھر پڑھ جاوے
نسلَن کو تہذیب سکھاوے
بیٹی پہ جو ظلم کرے ہے
اپنو بد انجام کرے ہے
بیٹی سو گھر کی ہے عزت
بیٹی کی نا بھولو عظمت
بیٹی گھر آباد کرے ہے
بس وہ اک فریاد کرے ہے۔
تو سو میری آن ہے بابا
تو میری پہچان ہے بابا
تو پہ سب کچھ ہے قربان
ہووے تیری اونچی شان
جا کھونٹا کے باندھ کے آگو
بیٹی ہے ہُوں بیٹھی پایو
بابا میں شکوہ نا کرسوں
تو پہ کچھ الزام نہ دھرسوں
خوش ہو کے دکھ سکھ جھیلوں گی
بابا میں کچھ نا بولوں گی
کوئی مو میں عیب نا پاسے
بابا تو پہ آنچ نہ آسے
بیٹی کی ہے ذات نرالی
بیٹی کی ہر بات نرالی
مَائی کی چاہت دِیکھی ہی
بابا کی شَفقت دیکھی ہی
بَچپن سُو میں ہی شَرمِیلی
کائی سو زِیادہ نا بولی
گھر داری ہی میری دُنیا
یا سو زیادہ دیکھو کچھ نا
مائی میری لاڈ لڈاتی
لاڈو، لاڈو مُو ہے بُلاتی
اِک دِن مائی رُوتی پا
شِکوَہ رَب سو کرتی پائی
بیٹی دِی، دَھن بھی دے دیتو
بیٹی کو جو گھر بس جاتو
دیکھی مائی کی یو حالت
خود سو مُو ہے ہوگی نفرت
سَچّی سَچّی کہوے مائی
بیٹی کی ہے ذات پرائی
مائی میری دُکھیا ہوری
پل میں جی ری پل میں مَر ری
ہم سو بھاری غلطی ہوگی
بیٹی میری اَن پڑھ رہ گی
بیٹی جے میری پڑھ جاتی
اپنی اِک پہچان بناتی
پچُھتانو ہی باقی رَہ گو
پڑھنا کو جو بخت گزر گو
تُو کہوے ہے بابا یا کو
بیٹی میں کچھ نا ہے سا جھو
بیٹو وا نے خوب پڑھایو
روپیو پیسو خوب لگایو
پڑھنا سو عزت بن جاوے
دولت خود گھر چل کے آوے
بیٹو میری آن بڑھاوے
بیٹو میری مان بڑھاوے
بیٹو ہے گھر کو رکھوالو
دل کو ٹکڑو آنکھ کو تارو
مائی کی باتَن نے سن کے
آنکھ سو آنسو ٹپ ٹپکے
درد دِل کیسے دِکھلاؤں؟
کیسے میں روداد میں سناؤں؟
بات بہت دل اندر راکھی
جیسے تیسے ہوگی شادی
حیدر تینے لِکھ دی جِتنی
بیٹی کی رُودَاد ہے اِتنی!

✶✶✶✶✶

Issue 01 September/October 2020

Do Mahi
PAYAM-E-MEWAT
Alwar (Mewat)

دوماہی
پیامِ میوات
الور (میوات)

Address: Madarsa Islamia Faizul Uloom, Rabika, Alwar, (Rajisthan) India.

میوقوم اور علاقۂ میوات کی تاریخ وتہذیب، شخصیات وتحریکات، زبان ولسانیات اور شعرو ادب کے بارے میں ہم نادرونایاب اوراہم کتابوں، کتابچوں، پمفلٹوں، رسائل وجرائد کے شماروں اور مضامین کو* پی ڈی ایف* کے ذریعہ سے محفوظ اور عام کرنے کے لیے میوقوم کے دونامور محقق ادیب وصحافی: ڈاکٹر مفتی **محمد مشتاق** تجاروی (دہلی)، جناب **شبّیر احمد خان** میواتی (لاہور) کی سرپرستی اور نگرانی میں جہد ومساعی کا آغاز کررہے ہیں۔دوستوں سے گزارش ہے کہ دلچسپی لیں اورتعاون فرمائیں۔ان کے پاس یاان کے علم میں کسی بھی نوع کی کتابوں حتیٰ کہ کوئی خبر، اشتہار، دعوت نامہ، خط، تصویر یا کوئی دستاویز، مطبوعہ یاغیر مطبوعہ۔جوکچھ بھی ہو، ازراہِ کرم ہمیں فراہم کریں تاکہ اسے محفوظ کرکے دست بردِ زمانہ سے بچایا جاسکے اوراہلِ علم وتحقیق کی اس موادولوازمہ تک رسائی بالکل آسان ہوسکے۔ہم آپ کے تعاون کے دل سے شکرگزار ہوں گے۔ واضح ہوکہ اس سلسلہ کی اب تک ہم بارہ کتابوں کو پی ڈی ایف کی صورت میں عام کرچکے ہیں۔

**توصیف الحسن میواتی الہندی**

(مدیر: پیام میوات، الورراجستھان)




























